

لجنہ اماء اللہ کینیڈا

النساء

جلد # 33 - شمارہ نمبر 1 جنوری تا اپریل 2021ء

خواتین مبارکہ

اعلانات برائے النساء

- ✽ رسالہ النساء میں اردو یا انگریزی میں کسی بھی قسم کا اعلان چھپوانے کے لئے اپنے حلقہ کی صدر صاحبہ یا سیکرٹری اشاعت سے رابطہ کریں۔
- ✽ ممبرات بغرض دُعا درج ذیل عنوانات کے تحت اعلانات بھیج سکتی ہیں

- ♦ بچوں کی ولادت پر
- ♦ بچوں کے قرآن کریم مکمل ہونے پر یا تقریب آمین کے لئے
- ♦ نکاح، شادی یا ولیمہ کی تقریب کے لئے
- ♦ منقرقات

✽ اعلان کے لئے کم از کم چندہ اعانت 10 ڈالر

- ✽ ذیل میں دُعاۓ اعلان کے لئے ایک فارم نمونہ کے طور پر دیا جا رہا ہے۔ جس میں اعلان کے لئے اپنی ضرورت کے مطابق تحریر لکھ کر اور اعلان کے لئے سیکرٹری مال صاحبہ کو یا آن لائن ”لجنہ اشاعت“ کی مد میں چندہ ادا کرنے کے بعد رسید اور اعلان کی کاپی النساء کے درج ذیل ای میل پر ارسال کر دیں۔ جزاکم اللہ۔

ishaat@lajna.ca

قُرْبَة اَعین

اعانت:

والدین کے نام

جماعت

تاریخ پیدائش

نام

وقف نو

بزرگ

بزرگ

صحابی

تقریب آمین

اعانت:

والدین کے نام

جماعت

بچے کا نام

تاریخ تکمیل

عمر

قرآن کریم پڑھانے والی ٹیچر کا نام

دو حیال کے بزرگ

غنیہال کے بزرگ

تقریب نکاح، شادی، ولیمہ

اعانت:

والدین کے نام

جماعت

دلہن، دلہا کے نام

تاریخ تقریب

مقام تقریب

مختصر پروگرام تقریب

دو حیال کے بزرگ

غنیہال کے بزرگ

عنوانات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَعَلَىٰ عِبَادِهِ الْمُسْتَوْدَعُونَ

النساء

مذہبی، علمی و ادبی مجلہ

جلد # 33 ----- جنوری تا اپریل 2021ء --- شمارہ نمبر 1

نگران اعلیٰ

مکرم و محترم ملک لال خان صاحب

امیر جماعت احمدیہ کینیڈا

زیر نگرانی

مکرمہ و محترمہ امتہ السلام ملک صاحبہ

صدر لجنہ اماء اللہ کینیڈا

نیشنل سیکرٹری اشاعت

کشور چوہدری صاحبہ

مدیرہ اردو

فرزانہ سنوری صاحبہ

پروف ریڈرز

امتہ الرفیق ظفر صاحبہ، طاہرہ نسیم صاحبہ، عنبرین منظور صاحبہ

اردو کمپوزنگ اور تزئین و زیبائش

تحمیدہ ولی صاحبہ، ناصرہ نسیم صاحبہ، سعدیہ عزیز صاحبہ، مسعودہ طارق صاحبہ، وجیہہ عرفان صاحبہ، عشنہ امل صاحبہ

پبلشر

جینک گرافکس

1	کلام الہی، کلام رسول ﷺ، کلام امام الزماںؑ
2	اداریہ
3	خطبہ جمعہ
10	سیرت حضرت سیدہ اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا
11	میرے والدین پر حضرت اماں جانؑ کی شفقتیں
12	سیرت حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
18	سیرت حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
20	سیرت حضرت سیدہ امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
21	سیرت حضرت سیدہ ام ناصر، محمودہ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
24	سیرت حضرت سیدہ امتہ الحی بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
26	سیرت حضرت سیدہ مریم بیگم صاحبہ، ام طاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہا
28	سیرت حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
33	سیرت حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہ رحمہما اللہ تعالیٰ
35	سیرت حضرت سیدہ مہر آبا صاحبہ رحمہما اللہ تعالیٰ
38	حضرت مصلح موعودؑ کے ساتھ صاحبزادی امتہ الجلیل بیگم صاحبہ کی چند یادیں
44	حضرت چھوٹی آبا صاحبہ رحمہما اللہ تعالیٰ کے ساتھ خوشگوار یادیں
46	حضرت سیدہ چھوٹی آبا صاحبہ رحمہما اللہ تعالیٰ کے ساتھ روح پرور لمحات
50	یہ اظہار عقیدت بھی ہے، جذباتِ محبت بھی
51	صاحبزادی بی بی امتہ الجلیل بیگم صاحبہ
52	قابلِ فخر خواتین
57	چندہ جات کی ادائیگی پر ایک ایمان افروز واقعہ
59	گھر پر پڑھنے کے کچھ مفید مشورے
61-60	مترقات
62	صفحہٴ ناصرات

کلام الہی

اور اگر تم اللہ کو چاہتی ہو اور اس کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو تو یقیناً اللہ نے تم میں سے حسنِ عمل کرنے والیوں کے لئے بہت بڑا اجر تیار کیا ہے۔

اور تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گی اور نیک اعمال بجالائے گی ہم اُسے اس کا اجر دو مرتبہ دیں گے اور اس کے لئے ہم نے بہت عزت والا رزق تیار کیا ہے۔

اور اپنے گھروں میں ہی رہا کرو اور گزری ہوئی جاہلیت کے سنگھار جیسے سنگھار کی نمائش نہ کیا کرو اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اے اہل بیت! یقیناً اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی آلائش دُور کر دے اور تمہیں اچھی طرح پاک کر دے۔

وَإِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنِينَ مِنْكُمْ أَجْرًا عَظِيمًا ۝

وَمَنْ يَقْنُتْ مِنْكُمْ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُؤْتِهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۖ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا ۝

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ۚ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝

(سورہ الاحزاب آیات 30، 32، 34)

ﷺ

کلام رسول

حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے (اتباع و اقتداء کرنے) کے لئے چار عورتیں ہی کافی ہیں۔ مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور فرعون کی بیوی آسیہ۔ (ترمذی باب مناقب حضرت خدیجہ)

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَسْبُكَ مِنْ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ مَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ وَخَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَآسِيَةُ امْرَأَةِ فِرْعَوْنَ قَالَ أَبُو عِيسَى - (جامع ترمذی باب مناقب حضرت خدیجہ)

کلام امام الزماں علیہ السلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”تقویٰ اختیار کرو۔ دُنیا سے اور اس کی زینت سے بہت دل مت لگاؤ۔ قومی فخر مت کرو۔ کسی عورت سے ٹھٹھاہنی مت کرو۔ خاوندوں سے وہ تقاضے نہ کرو جو اُن کی حیثیت سے باہر ہیں کوشش کرو کہ تا تم معصوم اور پاکدامن ہونے کی حالت میں قبروں میں داخل ہو۔ خدا کے فرائض نماز، زکوٰۃ وغیرہ میں سستی مت کرو۔ اپنے خاوندوں کی دل و جان سے مطیع رہو۔ بہت سادہ اُن کی عزت کا تمہارے ہاتھ میں ہے سو تم اپنی اس ذمہ داری کو ایسی ہی عمدگی سے ادا کرو کہ خدا کے نزدیک صالحات، قانتات میں گنی جاؤ۔ اسراف نہ کرو۔ اور خاوندوں کے مالوں کو بے جا طور پر خرچ نہ کرو۔ خیانت نہ کرو۔ چوری نہ کرو۔ گلہ نہ کرو۔ ایک عورت دوسری عورت یا مرد پر بہتان نہ لگاؤ۔“ (کشتی نوح صفحہ 107)

پھر فرمایا

”بہت عورتیں گھر میں آکر بیعت کرتی ہیں۔ ان کے نام مبائعین کے درمیان لکھنے کا تاحال کوئی انتظام نہیں ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ بعض عورتیں بسبب اپنی قوتِ ایمانی کے مردوں سے بڑھی ہوئی ہوتی ہیں۔ فضیلت کے متعلق مردوں کا ٹھیکہ نہیں۔ جس میں ایمان زیادہ ہو اوہ بڑھ گیا۔ خواہ مرد ہو خواہ عورت ہو۔“ (ملفوظات جلد 5 صفحہ 268 ایڈیشن پانچ)

ادارہ

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر مردوں اور عورتوں کا ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے جس میں برابر کی ذمہ داریاں سوچنی گئی ہیں اور انعامات ملنے کا بھی ذکر ہے۔ جیسا کہ مومنین اور مومنات، صالحین اور صالحات کو ملنے والے درجات وغیرہ۔ اسی طرح جہاں کثرت سے انبیاء علیہم السلام اور متعدد پاکباز مردوں کا قرآن کریم میں ذکر ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بعض ایسی خواتین کا بھی ذکر کیا ہے جو اپنی پاکیزگی اور طہارت میں اعلیٰ مقام پا گئیں۔

وہ خواتین آج تک ہر امت میں ایک خاص مقام رکھتی ہیں جیسا کہ حضرت مریم علیہا السلام، حضرت ہاجرہ علیہا السلام وغیرہ۔ یہ خواتین تاریخ میں بھی ایک اہم مقام رکھتی ہیں اور آج تک تمام مذاہب میں ان خواتین کے اسوہ کی پیروی کی تلقین کی جاتی ہے۔ احادیث میں بھی ان خواتین کے نقش قدم پر چلنے کی نصیحت ملتی ہے۔

مذہب اسلام میں بھی بے شمار ایسی خواتین پیدا ہوئیں جن کی تقلید آج کے دور میں ہمارے لئے بہت اہم ہے کیونکہ جس دور میں ان خواتین نے عظیم الشان قربانیاں دے کر ناقابل فراموش مثالیں قائم کیں۔ وہ دور نہایت مشکل اور صبر آزما تھا۔ اُس وقت وہ عورتیں چاہتیں تو بآسانی آرام و آسائش کو اپنا مقصدِ حیات بنالیتیں لیکن انہوں نے اپنی جان، مال، اولاد قربان کرنے میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔ تاریخ اسلام ان عظیم عورتوں کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ ان میں سب سے پہلا نام حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی وحی کے بعد ان کی کیفیت کو سمجھنے کی سعادت پائی، آپ کا ساتھ

دیا اور عورتوں میں سے ایمان لانے والی پہلی عورت بنیں۔

اسی طرح بے شمار خواتین کے نام ہیں جنہوں نے توحید کے قیام کے لئے جو مثالیں قائم کیں ان کے باعث ان کے نام رہتی دنیا تک یادگار رہیں گے۔

آج ہم پر ایک بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم توحید اور اسلام کی حقیقی تعلیمات کے پرچار کے لئے اپنے آپ کو اس طرح تیار کریں کہ اپنی آنے والی نسلوں کے لئے قابل تقلید نمونے چھوڑ کر جائیں۔

اس رسالے میں خواتین مبارکہ کی سیرت کو پیش کرنے کا مقصد اُنکی خوبیوں کا تذکرہ اور قربانیوں کا بیان ہے جن کے باعث وہ تاریخ اسلام میں ابدی حیات پا گئیں۔ خدا کرے کہ ہم میں سے ہر ایک احمدی عورت ایک مثالی نمونہ قائم کرنے والی بنے اور ان مغربی ممالک میں نُور کی ایسی شمعیں جلانے والی ہو جن کی کرنیں ہر کونے تک پہنچیں اور آسمان سے خدا تعالیٰ کی رحمتیں اور فضل نازل ہوں۔

اس رسالے میں جو مضامین پیش کئے گئے ہیں وہ ان خواتین مبارکہ کی عظیم شخصیات کی ایک معمولی سی جھلک ہے۔ ممبرات سے درخواست ہے کہ ان خواتین کی سیرت پر مشتمل کتب کا مطالعہ کریں جو کہ آپ خرید بھی سکتی ہیں اور جماعت کی ویب سائٹ پر موجود لاہیری سے بھی استفادہ کر سکتی ہیں۔

اس کے علاوہ ان مضامین کو پڑھ کر اگر آپ خواتین مبارکہ کے ساتھ گزرے ہوئے آپ کے یا آپکے خاندان کے واقعات کا ذکر کرنا چاہتی ہوں تو ضرور لکھ کر بھجوائیں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ

مدیرہ اُردو



ishaat@lajna.ca

رسالہ النساء کے لئے اپنی تحریرات درج ذیل ای میل ایڈریس پر بھجوائیں۔

جنوری تا اپریل 2021ء

خطاب

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

اسلام نے وہ عورتیں پیدا کی ہیں جو مردوں کے شانہ بشانہ قربانیاں دیتی چلی گئیں
توحید کے قیام و استحکام کے لئے اپنے پیچھے وہ نمونے چھوڑ گئیں جو ہمارے ایمانوں
میں مضبوطی پیدا کرنے کا ہمیشہ باعث بنتے چلے جائیں گے۔

آج ہر عورت کا کام ہے کہ اُمّ عمارہ بن کر آنحضرتؐ کی ذات اور اسلام پر لگائے گئے ہر الزام کا
جواب دے کر آپؐ کی ذات اور اسلام کی حفاظت کا حق ادا کرنے کی کوشش کرے۔

خطاب سیدنا امیر المؤمنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 13 اکتوبر 2010ء بروز اتوار بمقام اسلام آباد، یو کے

سامنے دیکھنے کے اس پُر عزم عورت نے توحید پر ہمیشہ قائم رہنے کا عہد کرنے والی
عورت نے، اپنے عہد کو پورا کرنے کے لئے اپنے جسم کو ظالمانہ طور پر چیرا جانا
برداشت کر لیا لیکن اپنے خدا سے بے وفائی نہیں کی۔

پھر مکہ میں ہی ظلم کی داستان کا ایک واقعہ ہمیں ملتا ہے جب حضرت یاسرؓ کے
پورے خاندان کو ظلم کا نشانہ بنایا گیا۔ ایک دن ایسے ہی ظلم کا نشانہ بنتے ہوئے یہ
خاندان جب اُس میں سے گزر رہا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے
گزر ہوا آپؐ نے دیکھا کہ یہ لوگ رسیوں سے جکڑے ہوئے ہیں اور ظالمانہ
طریقے سے ان کو مارا جا رہا ہے تو آپؐ نے فرمایا: اے آل یاسر! صبر کرو۔ اللہ تعالیٰ
نے جنت میں تمہارے لئے مکان تعمیر کیا ہے۔ تمہارا ایک مکان بن رہا ہے جنت
میں۔ اس ظلم کے دوران ہی حضرت یاسرؓ تو شہید ہو گئے اور حضرت سمیہؓ جو آپؐ
کی بیوی تھیں ان کا بھی بُرا حال تھا۔ ظلم اور تشدد کی وجہ سے نیم بے ہوشی کی
حالت تھی۔ اُس حالت میں بھی ابو جہل نے ان پہ ظالمانہ طور پر ایک نیزہ
مار کے اُن کو شہید کر دیا۔

(ماخوذ از اسد الغابہ جلد 6 صفحہ 156-155 سمیہؓ اُمّ غمارہ۔ دار الفکر بیروت 2003)

یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی رضا کا پروانہ لے کر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے ذریعے آپؐ کو دیا تھا اس دنیا کو چھوڑ کر ہمیشہ کی زندگی پا گئے۔ آج
چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی ان کی یہ قربانی تاریخ اسلام میں نہایت آب

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ
وَرَسُولُهُ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ - بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ
الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ ۝
إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ
الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۚ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کے ساتھ ہی پہلے آپؐ کا
استہزاء اور ہنسی ٹھٹھا شروع ہوا اور پھر جب کفار نے دیکھا کہ یہ تو ایک ایک کر
کے ہم میں سے لوگوں کو اپنے اندر سمیٹتے چلے جا رہے ہیں۔ ہمارے کمزور اور
ہمارے غلام اس شخص کی بیعت میں آکر ہمارے بتوں کی پوجا کرنے کی بجائے
خدا کے واحد کی عبادت کرنے والے بنتے جا رہے ہیں تو پھر کفار نے آپؐ کے لئے
ہر منصوبہ بندی کی کہ کس طرح آپؐ کے پیغام کو اور آپؐ کے کام کو روکا جاسکتا
ہے۔ آپؐ کے ماننے والوں پر ظلم و تعدی کی انتہا کر دی۔ آپؐ کے ماننے والوں
میں نہ کوئی مرد ظالم کفار کے ہاتھوں محفوظ رہا اور نہ کوئی عورت۔ اسلام کی تاریخ
میں دو اونٹوں سے ایک شخص کی ٹانگیں باندھ کر ان کو مخالف سمت دوڑا کر جسم کو
چیرنے کا واقعہ ملتا ہے وہ بھی ایک عورت تھی، باوجود اپنے بھیانک انجام کے

و تاب سے چمک رہی ہے اور ہر جگہ ان کی قربانی کا ذکر ہوتا ہے جب بھی تاریخ اسلام اٹھائیں گے۔

عورت فطرتاً کمزور ہوتی ہے لیکن اسلام نے وہ عورتیں پیدا کی ہیں جو مردوں کے شانہ بشانہ قربانیاں دیتی چلی گئیں۔ توحید کے قیام و استحکام کے لئے اپنے پیچھے وہ نمونے چھوڑ گئیں جو ہمارے ایمانوں میں مضبوطی پیدا کرنے کا ہمیشہ باعث بنتے چلے جائیں گے۔

پھر دیکھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کے دوران ہی شعب ابی طالب کا واقعہ پیش آیا جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت خدیجہؓ اور آپؐ کے خاندان اور ماننے والے اڑھائی سال تک وہ قربانیاں دیتے رہے جس میں مسلسل بھوک اور پیاس بھی برداشت کرنی پڑی۔ بچے بھوک سے ہلکتے رہے۔ مائیں بچوں کی حالت کو دیکھ کر بے چین اور پریشان تو ضرور تھیں۔ اپنے بچوں کو بھوک کی حالت میں دیکھ کر اور اس بھوک کی حالت کی وجہ سے قریب المرگ دیکھ کر غمزدہ تو ضرور تھیں لیکن جس توحید کی دولت اور جس زندہ خدا کو وہ پاچکی تھیں اس سے بے وفائی اور منہ موڑنے کا وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھیں۔ ثبات قدم اور استقامت کے پیکر اگر مرد تھے تو عورتیں بھی اس سے کم نہیں تھیں۔

پس قربانی اور ایمان میں مضبوطی کی ایک رُوح تھی جو اسلام نے مردوں اور عورتوں میں یکساں پیدا کر دی۔ اور پھر جب اللہ تعالیٰ کے اذن سے مدینہ میں ہجرت ہوئی اور اسلام کے پھیلنے کا ایک نیا دور شروع ہوا تو وہاں بھی دشمنان اسلام نے مسلمانوں کا پیچھا کیا اور ایک فوج کے ساتھ مدینہ پر لشکر کشی کی تب خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت عطا فرمائی کہ دشمنوں کے ان ظلموں کو روکنے کے لیے آپؐ کو اپنا دفاع کرنے کی اجازت ہے اور اب ان کا جواب سختی سے دینے کی ضرورت ہے کیونکہ اب ان ظلموں کو نہ روکا گیا تو یہ ظلم بڑھتے بڑھتے ہر مذہب کے خلاف آگیاں بھڑکائیں گے اور اُس تعلیم کے خلاف جو خدائے واحد کی عبادت پر زور دیتی ہے یہ ظلم کرنے والے ہمیشہ تلوار اٹھاتے چلے جائیں گے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی اجازت سے مدینہ پر حملہ کرنے والوں کے خلاف صف آرائی کی، اُن کے سامنے کھڑے ہوئے۔

پہلی جنگ بدر کے میدان میں لڑی گئی اور پھر جب بھی دشمن کو موقع ملتا رہا دشمن مسلمانوں کے خلاف جنگ کے شعلے بھڑکاتا رہا۔ مسلمان باوجود تعداد میں کم اور معمولی ہتھیاروں کے دشمن کا مقابلہ کرتے رہے اور ان جنگوں میں بھی جو خالصتاً مردوں کا کام ہے مسلمان عورتوں نے اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ اُن بہادر عورتوں نے اپنے فرض کو نبھایا اور خوب نبھایا۔ جو فرائض عمومی طور پر انجام دیئے اُن میں فوجیوں کو، جو زخمی فوجی تھے، لڑنے والے جو مسلمان تھے اُن کو پانی پلانا، زخمیوں کی

مرہم پٹی کرنا، شہیدوں اور زخمیوں کو میدان جنگ سے اٹھا کر لانا، تیر اٹھا کر مردوں کو دینا تاکہ وہ چلائیں۔ اب ایک عورت جو بظاہر کمزور سمجھی جاتی ہے ہوش و حواس قائم رکھتے ہوئے اور اپنی کمزوریوں پر قابو پاتے ہوئے یہ کام انجام دے سکتی ہے۔ اُس کے بغیر تو ناممکن ہے کہ یہ کام سرانجام دے سکے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ بعض واقعات میں بیان کروں گا بلکہ ایک واقعہ زیادہ اہمیت کا حامل ہے جو میں نے اس وقت چنا ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ مردوں کی طرح تلوار بھی عورت نے چلائی۔ پھر فوجیوں کے لیے کھانے کا انتظام کرنا یہ بھی عورتوں کا کام تھا۔ شہیدوں کے لیے قبریں کھودنے میں مردوں کا ہاتھ بٹانا یہ بھی عورت کا کام تھا۔ فوج کو ہمت دلانے کے لیے اپنا کردار ادا کرنا اس میں بھی عورتوں نے خوب کردار ادا کیا لیکن کافر عورتوں کی طرح گانے گا کر اور غلط طریقے سے ان کے جذبات اُبھار کر نہیں بلکہ اُن کو دینی غیرت دلا کر، خود مرنے کے لیے آگے قدم بڑھا کر۔

پس اسلام کی تاریخ میں عورتوں کا ایک مقام ہے۔ جنگ ٹھونس گئی تو جنگی حالات میں مسلمان عورتوں نے اپنا پورا کردار ادا کیا ورنہ یہ اُن کی زندگی کا مقصد نہیں تھا۔ وہ صحابیات ایسی تھیں جنہوں نے اُس وقت کے ماحول کے مطابق جو نظام جماعت تھا اُس کو بہترین مشورے بھی دیئے۔ اُن صحابیات نے علمی کارنامے بھی انجام دیئے۔ عبادتوں کے معیار بھی قائم کئے۔ اپنے بچوں کی ایسی تربیت بھی کی جس سے اُن میں احساس پیدا ہوا کہ ہم نے مذہب اور قوم کے لئے جان، مال اور وقت اور عزت کو قربان کرنا ہے۔ اور اس کی قربانی دینی ہے اور اس کے لئے ہر وقت تیار رہنا ہے پس صرف جنگی اور جاہلانہ مزاج ہونے کی وجہ سے وہ نڈر اور بہادر نہیں تھیں بلکہ ایک مقصد کے حصول کے لئے اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے انہوں نے یہ قدم اٹھایا۔ ان کو یہ احساس تھا کہ اپنی ذمہ داری ادا کرنی ہے۔

آج اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد سے تلوار کا جہاد بند ہے تو قلم کے جہاد کا آپؐ نے اعلان فرمایا۔ پھر اس کے ساتھ قلم کے جہاد کے ساتھ ساتھ آجکل الیکٹرونک میڈیا ہے۔ مختلف ذرائع ہیں جن کے ذریعے اسلام پر حملے کئے جاتے ہیں۔ احمدیت پر حملے کئے جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر حملے کئے جاتے ہیں۔ قرآن کریم پر حملے کئے جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی ذات پر حملے کئے جاتے ہیں۔ آج ان حملوں کی تعداد پہلے سے بہت بڑھ گئی ہے۔ تو ان حملوں کو پسپا کرنے کے لئے جہاں مردوں کو اپنی طاقتیں صرف کرنے کی ضرورت ہے وہاں عورتوں کو بھی اپنی تمام تر طاقتوں اور صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی ضرورت ہے۔ انٹرنیٹ اور فیس بک اور مختلف ویب سائٹس میں داخل ہونا اپنے مزے اور وقت گزاری اور فن کے لئے نہ ہو بلکہ ایک درد کے ساتھ جس طرح قرونِ اولیٰ کی مسلمان عورتوں نے اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے اپنے فرائض

ادا کرنے کی کوشش کی اور اپنی جان تک اس مقصد کے حصول کے لئے لڑادی۔ آج وہ جان لڑانے کا وقت ہے۔ اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ دشمن کے ہر حملے کو پاش پاش کرنے کا وقت ہے۔ لڑکیاں اور پڑھی لکھی عورتیں اس کام کے لیے جماعتی نظام کو اپنے آپ کو پیش کریں۔

جیسا کہ میں نے کہا تھا کہ بعض مثالیں ان جہاد کرنے والی عورتوں کی پیش کروں گا۔ ایک مثال جو عام ہے وہ میں نے لی ہے۔ وہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں تاکہ پتہ لگے کہ کس طرح مستقل طور پر اسلام کے دفاع کے لیے وہ عورتیں کھڑی ہوتی تھیں۔ توحید کے قیام کے لیے جان کی قربانیاں پیش کرنے کی مثالیں تو آپ نے سن لیں لیکن ایسی مثالیں بھی ہیں جن میں اسلام کے دفاع اور اس دین کے دفاع جس نے توحید کا قیام کرنا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے اپنی جان لڑانی ہے ان کا کیا کام ہے اور کس طرح ان عورتوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے اپنی جان لڑائی اور کس طرح وہ مضبوط چٹان بن کر کھڑی ہوئیں۔

سب سے پہلے میں حضرت اُمّ عمارہ کی مثال لیتا ہوں۔ حضرت اُمّ عمارہ مدینہ کی اُن ابتدائی خوش نصیب عورتوں میں سے تھیں جنہوں نے مکہ جا کر بیعت عقبہ ثانیہ میں حصہ لیا تھا۔ اس خوش نصیب قافلے میں بہتر مرد اور دو عورتیں تھیں اور ان میں سے ایک اُمّ عمارہ نصیبہ بنت کعب اور دوسری اُمّ بنی اسماء بنت عمرو بن عدی تھیں۔ حضرت اُمّ عمارہ اپنی بیعت کا واقعہ بیان کرتی ہیں کہ جب مردوں سے بیعت لے لی گئی تو میرے خاوند نے عرض کی کہ یا رسول اللہ یہ دو خواتین بھی بیعت کے لیے حاضر ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ٹھیک ہے ان کی بیعت بھی انہی شرائط پر قبول ہے جو ابھی میں نے مردوں سے لی ہیں۔ عورتوں کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر توبیعت نہیں ہوتی۔ ان کی بیعت ہو گئی ہے۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد 8 صفحہ 442 اُمّ عمارہ مطبوعہ دارالکتب بیروت 2005ء)

پھر آپ کے کارناموں میں ہم دیکھتے ہیں کہ غزوہ اُحد میں زخمیوں کو پانی پلانے اور مرہم پٹی کرنے کے علاوہ تلوار کے بھی آپ نے وہ جو ہر دکھلائے کہ دنیاؤنگ رہ گئی۔ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اُس وقت جس طرف بھی میری نظر اٹھتی تھی میں اپنے دائیں بائیں دیکھتا تھا تو اُمّ عمارہ کو اپنا دفاع کرتے ہوئے مسلسل لڑتا ہوا پاتا تھا۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد 8 صفحہ 442 اُمّ عمارہ مطبوعہ دارالکتب بیروت 2005ء)

حضرت اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ غزوہ اُحد میں ایک ایسا نازک ترین وقت بھی آیا کہ جب مسلمانوں کی ایک جلد بازی کی وجہ سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور مسلمانوں کو پسپا ہونا پڑا۔ کہتی ہیں کہ میں نے اپنے خاوند اور دونوں بیٹوں

عبداللہ اور حبیب کے ہمراہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کے لئے آپ کے پاس آکھڑی ہوئی اور کہتی ہیں کہ ہم ہر طرف سے اُن حملوں کا جواب دینے لگے جو اس نازک صورت حال میں ہو رہے تھے۔ خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو نشانہ بنایا جا رہا تھا۔ کہتی ہیں میرے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں ڈھال تھی۔ اگر دشمن گھوڑوں پر سوار نہ ہوتے تو ہم ان میں سے کسی ایک کو بھی زندہ بچ کر نہ دیتے۔ کہتی ہیں کہ گھوڑے پر سوار دشمن نے مجھ پر تلوار کاوار کیا لیکن میں نے اپنی ڈھال پر اس وار کو روک لیا اور وہ دشمن کچھ نہ کر سکا اور جب وہ پیچھے مڑا تو میں نے موقع غنیمت جانتے ہوئے یک دم اُس کے گھوڑے کی پیٹھ پر تلوار ماری اور اس زوردار وار کی وجہ سے گھوڑے کی پیٹھ کٹ گئی اور اپنے سوار سمیت وہ نیچے گر گیا۔ یہ منظر دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی بلند آواز سے ان کے بیٹے کو آواز دے کر فرمایا کہ عبداللہ بن اُمّ عمارہ اپنی والدہ کا ہاتھ بٹاؤ۔ وہ میرے پاس آیا اور پھر ہم نے اس دشمن کا کام تمام کیا۔

(کتاب المغازی للواقدی جلد 1 صفحہ 236 غزوہ احد مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت 2004ء)

اسی طرح غزوہ اُحد کا ایک واقعہ ان کے بیٹے بیان کرتے ہیں کہ جب دشمن کی طرف سے زوردار حملہ ہوا۔ مجاہدین بکھر گئے۔ میں اپنی والدہ کے ہمراہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا اور آپ پر جس طرف سے بھی کوئی وار ہوتا ہم اُسے روکتے اور اس جنگ میں حضرت اُمّ عمارہ کے کندھے پر سخت تلوار کا زخم آیا جس میں سے خون بہہ رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بیٹے کو ارشاد فرمایا کہ اپنی والدہ کے کندھے پر مرہم پٹی کرو اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ تمہارا پورا خاندان بڑا عظیم ہے۔ اللہ تم پر اپنی رحمت کی بارش برسائے۔ اور ساتھ ہی یہ دُعا بھی دی کہ الہی اس خاندان کو جنت میں میرا رفیق بنادے۔ یہ دعائیں کر اس خاندان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور وہ پہلے سے زیادہ جوش اور جذبے کے ساتھ جنگ میں مصروف ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں مصروف ہو گئے۔

(کتاب المغازی للواقدی جلد 1 صفحہ 238 غزوہ احد مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت 2004ء)

حضرت اُمّ عمارہ نے اس جنگ میں یہ دیکھا کہ بیٹے کا ہاتھ بڑی طرح زخمی ہے تو اُس کی پٹی کی اور اُس کے بعد کہا کہ بیٹا جاؤ، ہمت کرو اور دوبارہ دشمن پر حملہ کرو۔ ان زخموں کی وجہ سے بیٹھ نہیں جانا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ان کی جرأت کی بڑی تعریف فرمائی۔

(کتاب المغازی للواقدی جلد 1 صفحہ 237 غزوہ احد مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت 2004ء)

حضرت اُمّ عمارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑی تھیں۔ تلوار ہاتھ میں تھی تو وہ مشرک دوبارہ سامنے آیا جس نے ان کے بیٹے کو زخمی کیا تھا تو رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے بیٹے کو زخمی کرنے والا پھر سامنے آگیا ہے۔

حضرت اُمّ عمارہ نے اُس کو دیکھتے ہی ایک وار کیا۔ اُس کی ٹانگ کٹ گئی اور جب زمین پر گر اتو باقی مجاہدین نے پھر اُس کو پکڑ لیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس موقع پر ان کی بڑی تعریف فرمائی۔

(کتاب المغازی للواقدي جلد 1 صفحہ 237 غزوہ احد مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت 2004)
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خود یہ سنا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے غزوہ احد کے دن جب اپنے دائیں بائیں دیکھا تو حضرت اُمّ عمارہ کو اپنے دفاع میں لڑتے ہوئے پایا۔

(الاصابة فی تمیز الصحابة جلد 8 صفحہ 442 امّ عمارہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت 2004)
حضرت اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا کے جسم پر تقریباً بارہ زخم لگے جن میں کندھے کا زخم بہت گہرا تھا جس کا علاج تقریباً ایک سال تک ہوتا رہا۔ حضرت اُمّ عمارہ کے کندھے پر کسی شخص نے تلوار کا جو وار کیا تھا وہ بڑا خطرناک وار تھا۔ اُس سے آپؐ بیہوش بھی ہو گئی تھیں۔ لیکن جب ہوش آیا تو پہلا سوال جو آپؐ نے پوچھا وہ یہی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ نہ اپنے بیٹوں کا پوچھا اور نہ اپنے خاوند کا پوچھا۔ جب بتایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر طرح سے محفوظ ہیں تو بے ساختہ اللہ کا شکر ادا کیا۔

(ماخوذ از کتاب المغازی للواقدي جلد 1 صفحہ 236 غزوہ احد مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت 2004)

حضرت اُمّ عمارہؓ غزوہ حنین اور فتح مکہ کے علاوہ مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ میں بھی شامل تھیں اور جنگ یمامہ میں بھی شریک ہوئیں۔ اس جنگ میں لڑائی کے دوران ان کا ایک ہاتھ کٹ گیا، اس کے علاوہ جسم پر گیارہ زخم آئے اور ان کا بیٹا اس میں شہید ہوا۔

(الاصابة فی تمیز الصحابة جلد 8 صفحہ 441 امّ عمارہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت 2005)
اُمّ عمارہؓ نے صلح حدیبیہ میں شرکت کی سعادت بھی حاصل کی اور اس سے پہلے جو بیعت رضوان لی گئی تھی اس میں بھی شامل تھیں اور اس بیعت کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں شامل سب لوگوں کو جنتی قرار دیا ہے۔

فرماتی ہیں کہ ہم عمرہ ادا کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ مکہ معظمہ کے قریب حدیبیہ مقام پر ہمیں روک لیا گیا۔ قریش نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان مکہ معظمہ میں داخل ہوں۔ حضرت عثمان بن عفانؓ کو سفیر بنا کر مکہ معظمہ بھیجا گیا۔ ان کی واپسی میں تاخیر ہو گئی اور یہ خبر مشہور ہو گئی کہ انہیں شہید کر دیا گیا ہے۔ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کے سائے میں بیٹھ کر بیعت لینا شروع کر دی اور آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا

کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بیعت لینے کا حکم دیا ہے۔ کہتی ہیں کہ جس کے پاس کوئی ہتھیار تھا اس نے وہ تھام لیا۔ چونکہ یہ سفر عمرہ ادا کرنے کی نیت سے اختیار کیا گیا تھا اس لئے بیشتر افراد کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا۔ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک لاشی پکڑ لی اور میری پاس ایک چھڑی تھی وہ لے لی اور اپنی کمر کے ساتھ اُس لی تاکہ اگر کوئی دشمن حملہ کرے تو میں اُن سے لڑ سکوں۔

(کتاب المغازی للواقدي جلد 2 صفحہ 91 غزوہ حدیبیہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت 2004)
حضرت اُمّ عمارہؓ نے غزوہ حنین میں بھی جرأت اور شجاعت کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ فرماتی ہیں کہ بنو ہوازن کا ایک شخص اونٹ پر سوار میدان جنگ میں جھنڈا لہراتا ہوا داخل ہوا۔ میں نے موقع پاتے ہی اونٹ کے پچھلی جانب زوردار وار کیا جس سے اونٹ لڑکھڑاتا ہوا اپنے سوار سمیت گر پڑا اور اس کے گرتے ہوئے سوار پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ وہ اُٹھ نہ سکا۔

(کتاب المغازی للواقدي جلد 2 صفحہ 315 غزوہ حنین مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت 2004)
ان کے بیٹے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نمائندہ بنا کر مسیلمہ کذاب کے پاس بھیجا لیکن اس نے سفارتی آداب کو پامال کرتے ہوئے ایک ستون سے باندھ دیا اور بے ہودہ سوال کرنے کے بعد ان کا ایک عضو کاٹ کر شہید کر دیا۔

(اسد الغابۃ جلد اول صفحہ 504 حبیب بن زید بن عاصم۔ دار الفکر بیروت 2003)
جب اُمّ عمارہؓ کو اپنے بیٹے کی شہادت کی خبر ملی تو کمال صبر اور تحمل سے اس صدمے کو برداشت کیا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؐ کو بہت دعائیں دیں۔ جب مسیلمہ کذاب کو قتل کیا گیا تو اس میں آپؐ کا اپنا بازو بھی کٹ گیا لیکن اپنے بازو کٹنے کا آپؐ کو اتنا غم نہیں تھا جتنا مسیلمہ کذاب کے واصل جہنم ہونے کی خوشی تھی۔

حضرت عمر بن خطابؓ کے دور خلافت میں ایک روز بہت عمدہ چادریں اُن کے پاس لائیں گئیں۔ ایک چادر بہت ہی اچھی قسم کی تھی اور بڑے سائز کی تھی۔ حضرت عمرؓ کو مشورہ دیا گیا کہ یہ چادر عبد اللہ بن عمرؓ کی بیوی صفیہ بنت ابی عبیدہ کو دے دی جائے جو آپؐ کی بہو تھیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا یہ چادر اس خاتون کو دی جائے گی جو صفیہ سے کہیں بہتر ہے۔ میں نے اس خاتون کی تعریف رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنی ہے۔ اس کے بعد یہ چادر اُمّ عمارہؓ کو عطا کی گئی۔

(سبل الہدیٰ والارشاد جلد 4 صفحہ 202 غزوہ احد، ذکر تعظیم اجر رسول اللہ بفاصل۔۔۔ معہ المشرکون۔ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت 1993)

آپؐ نے بیعت کے بعد صرف جنگیں ہی نہیں کیں بلکہ فوری طور پر مدینہ میں آکر تبلیغ اور تربیت کا بھی بہت اہم کام کیا۔ اور اس میں بھرپور کردار ادا کیا۔ پس اُمّ عمارہؓ وہ ہیں جنہوں نے جرأت و بہادری کے عجیب نمونے دکھائے ہیں۔ جنہوں

نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے جنگ کی انتہائی خطرناک صورت میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد چند مسلمان رہ گئے تھے اپنے خاوند اور بیٹوں کے ساتھ مل کر بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ اگر مردوں میں سے حضرت طلحہؓ کی مثال دی جاتی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آنے والا ہر تیر اُحد کے دن اپنے ہاتھ پر روکا اور اُن بھی نہیں کرتا تھا اس لئے کہ کہیں اُف کرنے سے میرا ہاتھ ہل نہ جائے اور تیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ لگ جائے۔ تو حضرت اُمّ عمارہؓ نے عورتوں کی نمائندگی میں آپؐ کی حفاظت کا بھی حق ادا کر دیا۔ یہ سوچ لیا کہ آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت ہی میرا سب سے بڑا مقصد ہے، میرے بیٹے شہید ہوں، میرا خاوند شہید ہو، مجھے اپنی جان قربان کرنی پڑے تو میں قربان ہو جاؤں لیکن میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہر حال حفاظت کرنی ہے۔ آج اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمانی وجود ہمارے سامنے نہیں ہے تو آپؐ کی ذات اور اسلام کی تعلیم آج بھی زندہ ہے۔ پس آج ہر عورت کا کام ہے کہ اُمّ عمارہؓ بن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور اسلام پر لگائے گئے ہر الزام کا جواب دے کر آپؐ کی ذات اور اسلام کی حفاظت کا حق ادا کرنے کی کوشش کرے۔ میں نے ایک اُمّ عمارہؓ کی مثال دی ہے۔ اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی اور بعد میں بھی ایسی خواتین پیدا ہوتی رہی ہیں جنہوں نے دین کی خاطر ہر قربانی کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا۔ جنگ قادسیہ میں بھی مختلف موقعوں پر عورتوں نے بھرپور کردار ادا کیا ہے۔

پس آج جبکہ اسلام پر دنیا کے ہر کونے سے حملہ ہو رہا ہے اور بد قسمتی سے مسلمان کہلانے والے خود بھی زمانے کے امام کی دشمنی کر کے ان حملوں کو ہوا دے رہے ہیں۔ ہمیں ایک اُمّ عمارہؓ نہیں بلکہ ہزاروں اُمّ عمارہ کی ضرورت ہے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور اسلام کی حفاظت کرنی ہے۔

نئے ذرائع ابلاغ الیکٹرانک ذرائع کو استعمال کرنا آجکل کی نوجوان نسل کو زیادہ آتا ہے پس نوجوان نسل سے بھی میں کہتا ہوں کہ آگے آئیں اور اس جہاد میں اُتر جائیں۔ ذاتی خواہشات کو پس پشت ڈال دیں۔ جو واقعات نو ہیں اپنے وقفہ نو کا حق ادا کرنے کی کوشش کریں۔ جو واقعات نو نہیں ہیں وہ ایک احمدی اور سچا مسلمان ہونے کا حق ادا کریں۔ دین سیکھیں اور دین کو پھیلائیں۔ اپنی ذاتی خواہشات کو بالکل پس پشت کر دیں۔ آج بھی مخالفین کے اعتراض کوئی نئے نہیں ہیں۔ وہی پرانے اعتراض ہیں جو ہمیشہ سے ہوتے چلے آئے ہیں۔ الفاظ کے رد و بدل کے ساتھ یہ پیش کر دیتے ہیں اور ان سب کے جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دے دیئے ہوئے ہیں۔ پس ہماری عورتوں اور لڑکیوں کو چاہیے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی

کتاب یا اقتباسات جن کا انگلش میں ترجمہ میسر ہے جن کو اردو پڑھنی نہیں آتی وہ انگلش میں پڑھیں اور کوشش کریں کہ اس کے علاوہ بھی علم حاصل کریں اور ان اعتراضات کے جوابات دیں جو آج اسلام پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ہو رہے ہیں اور دشمن کے خلاف ایک ننگی تلوار بن کر کھڑی ہو جائیں۔

پھر میں ایک مثال حضرت اُمّ سلمہؓ جن کا اصلی نام اسماءؓ ہے پیش کرتا ہوں۔ یہ بیعت رضوان میں شامل تھیں۔ جیسا کہ میں نے بتایا یہ بیعت تھی جو حضرت عثمانؓ کے شہید ہونے کی افواہ پر صلح حدیبیہ سے پہلے ہوئی اور یہ وہ بیعت تھی جس کا مطلب ہے کہ جس میں شامل لوگوں سے خدا تعالیٰ بھی راضی ہو ا کیونکہ آج انہوں نے خدا تعالیٰ کی خاطر ایک نیا عہد کیا تھا۔

حضرت اُمّ سلمہؓ کی خصوصیات یہ تھیں۔ اُن میں بڑا صبر تھا، بڑا تحمل تھا ایمان اور توکل اعلیٰ درجے کا تھا۔ تقویٰ اور خشیت الہی میں ترقی کرنے والی خاتون تھیں۔ عقل و دانش کی پیکر تھیں۔ ہمت بھی اُن میں بڑی تھی۔ بہادر بھی بہت تھیں۔ فصاحت اور بلاغت میں ممتاز مقام ان کا تھا اور عورتوں میں خطیبہ النساء کے نام سے معروف تھیں کہ عورتوں کی بہترین مقررہ۔ انہوں نے جنگ میں بھی حصہ لیا۔ جنگ یرموک میں لاشی سے ہی ڈنڈے سے ہی نور و میوں کو قتل کر دیا۔ گفتگو ان کی بڑی چچی تلی ہوتی تھی۔ جو بھی ان کی گفتگو سنتا متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ ان کی گفتگو میں بڑی مٹھاس تھی۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جلد 8 صفحہ 22-21 اسما بنت یزید۔ مطبوعہ دار الکتب بیروت 2005ء)

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حدیث میں مشہور واقعہ ہم سنتے ہیں۔ جس میں انہوں نے عورتوں کے بارے میں سوال کیا تھا کہ انکا کیا مقام ہے؟ انہوں نے جب حاضر ہو کر کہا کہ آج میں عورتوں کی نمائندہ بن کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو عورتوں اور مردوں دونوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا ہے۔ ہم عورتوں کو بھی آپؐ پر ایمان لانے اور آپؐ کی پیروی اختیار کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ ہم اپنے گھروں میں پابند ہیں۔ اپنے خاوندوں کی خدمت گزاری میں محور ہتی ہیں۔ اولاد کی پرورش کرنا اور گھر کی دیکھ بھال کرنا ہمارے فرائض میں شامل ہے۔ مرد حضرات جمعہ اور باجماعت نمازیں وغیرہ اور جنازے اور جہاد ہر جگہ شریک ہوتے ہیں اور نیکیوں کی وجہ سے ہم سے زیادہ فضائل حاصل کر لیتے ہیں۔ جب وہ جہاد کے لیے روانہ ہوتے ہیں تو ہم ان کے مال کی حفاظت کرتی ہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اجر و ثواب میں ہم بھی ان کی برابر کی شریک ہیں؟

یہ انداز گفتگو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند آیا اور آپؐ نے صحابہؓ سے کہا کیا کوئی اس سے بہتر رنگ میں عورتوں کی نمائندگی کر سکتا ہے؟ صحابہؓ نے کہا کہ ایسا

فصح بیان توہم نے آج تک نہیں سنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؐ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ان خواتین کو جا کر میرا پیغام سنا دو جن کی نمائندہ بن کر تم یہاں آئی ہو۔ تمہارا اپنے خاوندوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا، اُن کی خوشی کو پیش نظر رکھنا اور اُن کے نقش قدم پر چلنا، اللہ تعالیٰ کو اس قدر پسند ہے کہ وہ ایسی بلند مرتبہ عورت کو وہی اجر و ثواب دیتا ہے جس کا ذکر اس نے مردوں کے لیے کیا ہے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد 4 صفحہ 350 اسماء بنت یزید الانصاریہ - مطبوعہ دارالکتب بیروت 2002)

پس یہ مرد بھی وہ خوش نصیب مرد تھے جو تقویٰ پر چلنے والے تھے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھنے والے تھے جو اپنی بیویوں اور بچوں کے حقوق ادا کرنے والے تھے۔ حضرت اسماءؓ یہ پیغام سن کر خوشی سے واپس آئیں اور عورتوں کو جواب دیا۔ پس یہ تقویٰ پر چلنے والی بیویوں کا بھی رویہ ہے کہ ان کے سپرد جو کام ہیں، ان کو وفا سے ادا کرنا، اپنے فرائض کو وفا کے ساتھ ادا کرنا، اپنے بچوں کی تربیت کی طرف بہترین رنگ میں توجہ دینا۔ لڑکیوں کا کام ہے کہ دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنی دینی تعلیم کی طرف بھی توجہ دینا، صرف فیشن ہی پیش نظر نہ رہیں۔ ایسی عورتیں ہیں ایسی لڑکیاں ہیں جن کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ کس طرح خدا تعالیٰ کو راضی کریں، کس طرح ان عورتوں میں شامل ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ مقام عطا فرمایا ہے جس سے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا۔

پھر ایک واقعہ حضرت امّ ورقہؓ بنت عبد اللہ کا ملتا ہے یہ بھی انصاری خواتین میں تھیں۔ قرآن کریم کی حافظ تھیں، عالمہ تھیں، بڑی مدبرہ تھیں، علم و حکمت میں ترقی کرنے والی تھیں۔ عبادت گزار تھیں۔ زہد و تقویٰ میں بڑی ترقی کرنے والی تھیں اور عبادت میں تو اتنی مشہور تھیں کہ رات کا اکثر حصہ عبادت میں گزارا کرتی تھیں۔ قرآن کریم کی تلاوت نہایت عمدہ لہجے میں کیا کرتی تھیں۔ قرآن کریم کی آیات پر غور اور تدبر اور سوچ اور فکر ان کی بہت گہری تھی۔

حضرت امّ ورقہؓ انصاریہ کے بارے میں لکھا ہے کہ غزوہ بدر کے لئے روانگی کا جب اعلان ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت امّ ورقہؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھے بھی جنگ میں شرکت کرنے کی اجازت عطا فرمائیں۔ میں زخمیوں کی مرہم پیٹی، پیاسوں کو پانی پلانے کی خدمات سرانجام دوں گی۔ میری دلی تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے شہادت کی موت عطا کرے۔

یہ جذبہ، شوق اور ولولہ دیکھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے گھر میں رہو، اللہ تعالیٰ وہیں شہادت کا مرتبہ عطا کر دے گا۔ یہ پیغام سن کر حضرت امّ

ورقہؓ خوشی خوشی اپنے گھر آئیں اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ آنحضرتؐ اپنے صحابہ کے ساتھ آپ کے گھر جاتے تھے تو کہتے تھے آؤ آج زندہ شہید کے گھر چلیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات اس طرح بھی پوری ہوئی کہ ان کے دو غلام تھے۔ ایک غلام اور ایک لونڈی تھی۔ ان کو آپؐ نے کہا تھا کہ جب میں وفات پا جاؤں گی تو میں تم لوگوں کو آزاد کر دوں گی۔ ان دونوں نے مل کے یہ سوچا کہ ان کی عمر تو پختہ نہیں کتنی ہے؟ کب تک یہ زندہ رہیں گی اور کب ہمیں آزادی ملے گی؟ انہوں نے ایک دن موقع پا کر رات کو اُن کو شہید کر دیا۔ اس طرح اپنے گھر میں شہید ہونے کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تھا وہ بھی پورا ہو گیا۔ بہر حال وہ (دونوں غلام) بعد میں پکڑے گئے۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد 4 صفحہ 519 امّ ورقہ بنت عبد اللہ - مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت 2005)

پھر حضرت فاطمہؓ بنت خطاب ہیں جو اپنے بھائی کی رہنمائی اور ہدایت کا باعث بنیں۔ اُن کے اسلام لانے کا باعث بنیں۔ بھائی کی سختیوں کے باوجود بھائی کے ہاتھوں لہو لہان ہونے کے باوجود اسلام کی خوبصورت تعلیم سے ایک انچ بھی ہٹنا گوارا نہیں کیا۔ آخر بھائی کو ہی ہتھیار ڈالنے پڑے اور قرآن کریم کی خوبصورت تعلیم کو سن کر خود بھی اسلام کی آغوش میں آ گئے۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن تھیں۔ (ماخوذ از الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 8 صفحہ 271 فاطمہ بنت خطاب، مطبوعہ دارالکتب بیروت 2005)

غرض کہ ان صحابیات کے بے شمار واقعات ہیں جنہوں نے دین سے محبت، خدا سے محبت، اللہ تعالیٰ کے رسول سے محبت اور عشق کی داستانیں رقم کی ہیں۔ عبادتوں میں بھی ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کی ہے۔ اور جسمانی جہاد میں بھی بھرپور حصہ لیا ہے۔ مالی قربانیوں میں بھی بھرپور حصہ لیا ہے۔ اپنے بچوں اور خاوندوں کو قربان کروا کر صبر اور حوصلے کے اعلیٰ معیار بھی قائم کئے ہیں۔ تبلیغ دین میں بھی بھرپور حصہ لیا ہے اور مسائل سیکھنے اور سکھانے میں بھی بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ حضرت عائشہؓ ہی تھیں جنہوں نے وہ مقام حاصل کیا کہ نصف دین سکھانے والی بن گئیں۔ غرض ہر میدان میں مسلمان عورت کا ایک کردار ہے۔ اور ان عورتوں نے اپنے بچوں کے دلوں میں دین کی محبت اس طرح کوٹ کوٹ کر بھر دی کہ وہ ہر قربانی دینے کے لئے تیار ہو گئے۔

پس آج آخرین میں شامل ہونے والی عورتوں نے بھی یہی مثالیں قائم کرنی ہیں۔ تبھی وہ اپنا عہد پورا کرنے والی کہلا سکتی ہیں۔ تبھی وہ اپنے عہد کا حق ادا کرنے والی کہلا سکتی ہیں۔ وہ عورتیں جنہوں نے براہ راست حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تربیت پائی انہوں نے بھی اپنی قربانیوں اور عبادتوں کے معیار حاصل

کرنے کی کوشش کی۔ ان کی بھی بہت ساری مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔

پس ہمیں یاد رکھنے چاہیے کہ ہم نے ان مثالوں کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے لئے ایک رہنما اور ٹارگٹ مقرر کرنے ہیں۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اس زمانے میں پہلے سے بڑھ کر ہمیں اس بارے میں کوشش کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج بھی یہ رُوح تو قائم ہے لیکن ان پر توجہ کے لئے اس ذکر کی ضرورت رہتی ہے تاکہ ہم میں سے اکثریت یہ قربانیاں کرنے والی اور عبادتیں کرنے والی اور اپنے تقویٰ کے معیار بلند کرنے والی بن جائے۔ کہیں زمانے کے بہاؤ میں بہہ کر، زمانے کی لغویات میں بہہ کر ہماری نسلیں اس رُوح کو بھول نہ جائیں۔ اس لیے لجنہ اماء اللہ کی تنظیم قائم کی گئی تھی تاکہ اس تنظیم کے تحت عورتیں اپنی روحانی تربیت کا بھی سامان کرتی رہیں اور اپنی اخلاقی تربیت کا بھی سامان کرتی رہیں اور خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق پیدا کرنے کے لئے بھی کوششیں کرتی رہیں اور توحید کے قیام کے لئے ہر قربانی دینے کے لئے نہ صرف یہ کہ تیار رہیں بلکہ قربانیاں دیتی چلی جائیں اور اگلی نسلوں میں بھی یہ رُوح پھونکتی چلی جائیں۔

یہ جوش اور جذبہ پاکستان میں آج کل سخت حالات کی وجہ سے ابھرا تو ہے لیکن یہ باہر کے ملکوں کے لئے عارضی نہیں ہونا چاہیے۔ نہ صرف پاکستانی احمدیوں پر سخت حالات ہیں بلکہ اور بھی بہت سارے ممالک ہیں۔ انڈونیشیا ہے، بنگلہ دیش ہے بعض عرب کے ممالک ہیں جہاں سخت حالات ہیں۔ وہ تو ان حالات کی وجہ سے اپنے ایمانوں میں مضبوط ہوتے چلے جا رہے ہیں اور پہلے سے زیادہ بڑھ کر اپنے اخلاص و وفا کے نمونے دکھانے کی کوشش کرتے چلے جا رہے ہیں۔ ان لوگوں میں دین میں مضبوطی پیدا ہوئی ہے۔ دین سے ایک خاص تعلق پیدا ہوا ہے۔ لیکن جو باہر کی رہنے والی ہیں ان کو بھی اپنی بھرپور کوشش کرنی چاہیے کہ اس اپنے اخلاص و وفا کے تعلق میں بڑھتی چلی جائیں۔

میں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں اور اس مضمون کے خط مجھے مسلسل آرہے ہیں کہ پاکستان میں حالات کی خرابی کی وجہ سے عورتوں کو مساجد میں آنا آج کل روکا ہوا ہے اور لجنہ کی تنظیم کی جو Activities ہیں ان کو بڑا Low profile میں

رکھا گیا ہے۔ بہت محدود کر دیا گیا ہے۔ وہ کہتی ہیں کیا عورت کی جان مرد سے زیادہ قیمتی ہے؟ کیا عورت کو شہید ہونے کا حق نہیں ہے؟ ہمیں اپنی Activities کرنے کی آزادانہ طور پر activities کرنے کی آزادی اور اجازت دی جائے اور اس کے لیے ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ہماری جان بھی جاتی ہے تو چلی جائے۔ بلکہ یہ لکھتی ہیں کہ مرد تو شاید ہمارے سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں کہ وہ گھر کے کمانے والے ہیں۔ لیکن بہر حال عورت کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ اگلی نسلوں کی تربیت گاہ عورت ہی ہے۔

ہمیں یاد رکھنا چاہیے اور میں ان عورتوں کو بھی پیغام دیتا ہوں کہ عقل سے چلنا بھی بہت ضروری ہے۔ عورت کی عزت، عصمت اور تقدس انتہائی ضروری چیز ہے اور مردوں کا کام ہے کہ اُس کی حفاظت کریں۔ اس لئے ہم یہ احتیاطیں کر رہے ہیں لیکن جب ضرورت پڑے تو پھر عورت کو بھی خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ پھر وہی نمونے دکھانے چاہئیں جو نمونے ہمیں قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے دکھائے تھے ان صحابیات نے دکھائے تھے یا اس زمانے میں بھی ہمیں اس کی بعض مثالیں ملتی ہیں۔ مجھے خط آتے ہیں کہ ہم بھی خولہ بن کر دکھائیں گے۔ مجھے خط آتے ہیں کہ ہم بھی اُمّ عمارہ بن کر دکھائیں گی۔ اللہ کرے کہ یہ جذبے ہمیشہ زندہ رہیں لیکن جو احتیاطیں کی جا رہی ہیں ان کی پابندی بہر حال کرنی ضروری ہے۔

آپ لوگ جو یہاں آزاد رہے ہیں اپنی اس آزادی کو بھی اس طریق پر استعمال کریں کہ ہر عورت اور ہر لڑکی یہ سمجھے کہ آج اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی ذمہ داری صرف اور صرف میری ہے اور میں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں اور استعدادوں کے ساتھ اس حفاظت کا حق ادا کرنے کی بھرپور کوشش کرنی ہے۔ اپنے علم اور روحانیت میں اضافہ کرنا ہے اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھنا جب تک اسلام کا جھنڈا تمام دنیا پر نہ گاڑ لوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ دعا کر لیں۔

سیرت حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ٹیم اشاعت

احمدیہ ابوڈ آف پٹس

اے ام المومنین تیری شان ہے بلند

پہلو میں تیرے اُترا کیا ہے پیام حق

حضرت اماں جانؑ کی سیرت و سوانح کا ایک مکمل اور جامع خاکہ آپ ہی کے بھائی اور جماعت کے جلیل القدر بزرگ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے ان الفاظ میں پیش فرمایا ہے۔

آپ بہت صدقہ کرنے والی، ہر چندہ میں شریک ہونے والی، اوّل وقت اور پوری توجہ و انتہاک سے پنج وقتہ نماز ادا کرنے والی، صحت اور قوت کے زمانہ میں تہجد کا التزام رکھتیں۔ خدا کے خوف سے معمور۔ صفائی پسند۔ شاعر باندق۔ مخصوص زمانہ جہالت کی باتوں سے دور۔ گھر کی عمدہ منتظم۔ اولاد پر از حد شفیق۔ خاوند کی فرماں بردار۔ کینہ نہ رکھنے والی۔ عورتوں کا مشہور وصف ان کی تریاہٹ ہے (یعنی ضد) مگر میں نے حضرت ممدوحہ کو اس عیب سے ہمیشہ پاک اور بری دیکھا۔

(سیرت حضرت نصرت جہاں بیگم، حصہ دوم، صفحہ 38)

حضرت اماں جانؑ ایک نہایت نیک اور پاکباز عورت تھیں۔ قُرب خداوندی پانے کے لیے آپ پنج وقتہ نمازوں کے علاوہ دیگر بہت سے نوافل ادا کرتیں اور دُعائیں باقاعدگی سے پڑھا کرتی تھیں۔

آپ کے خدا تعالیٰ سے بھرپور تعلق کے باعث آپ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کو الہام ہوا کہ ”میں تیرے اور تیری زوجہ کے ساتھ ہوں۔“

(سیرت حضرت نصرت جہاں بیگم، حصہ دوم، صفحہ 522)

آپ کا انداز تربیت بہت مختلف تھا۔ آپ بے حد محبت کے ساتھ نیکی کی ترغیب دلاتیں۔ آپ اپنے تمام افرادِ خاندان کو نمازوں اور تہجد کی ادائیگی کے لیے باقاعدہ اہتمام کے ساتھ جگاتیں۔ حضرت اماں جانؑ اولاد کی تربیت کس طرح فرماتی تھیں اس بارے میں آپ کی بڑی صاحبزادی حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؑ فرماتی ہیں:

”اصول تربیت میں میں نے اس عمر تک بہت مطالعہ عام و خاص لوگوں کا کر کے بھی حضرت والدہ صاحبہ سے بہتر کسی کو نہ پایا۔ آپ نے دُنیوی تعلیم نہیں پائی۔ (سوائے کچھ اُردو سیکھنے کے) مگر جو آپ کے اصول اخلاق و تربیت ہیں اُن کو دیکھ

حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوسری شریک حیات تھیں۔ جن کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ”خدیجہ“ کا خطاب دیئے جانے کی خبر دی گئی۔

20 فروری 1886ء کے سبز اشتہار کے الہام میں یہ الفاظ بھی تھے ”تیرا گھر برکتوں سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا۔ تیری نسل بہت ہوگی۔“ (تذکرہ صفحہ 143)

آپ کا پورا نام سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ تھا۔ آپ 1865 میں دہلی میں پیدا ہوئیں۔ آپ کی پیدائش کے ساتھ ہی گھر دینی و دُنیوی نعمتوں سے بھر گیا۔ جس سے آپ کے گھر والوں کو آپ کے ایک بابرکت وجود ہونے کی شہادت ملی۔ آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے نانا ابا کے ذریعہ ہوئی جنہوں نے آپ کو قرآن کریم پڑھنا سکھایا اور ساتھ ہی کچھ اُردو بھی لکھنا پڑھنا سکھایا۔

آپ بچپن سے ہی بہت ذہین اور سلیقہ مند تھیں جس کے باعث آپ کے نانا ابا نے آپ کو عائشہ کا نام دیا۔

قریباً 18 سال کی عمر میں آپ کی شادی حضرت مسیح موعودؑ سے ہو گئی۔ اس طرح آپ کا وجود باجوہ مزید برکتوں اور رحمتوں کا موجب ہوا۔ آپ کے نام کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح سادات کی دادی کا نام شہر بانو تھا اسی طرح میری یہ بیوی جو آئندہ خاندان کی ماں ہوگی اُس کا نام نصرت جہاں بیگم ہے۔ یہ تفاؤل کے طور پر اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے تمام جہان کی مدد کے لئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ کبھی ناموں میں بھی اس کی پیشگوئی مخفی ہوتی ہے پھر اس میں وہ پیشگوئی مخفی ہے جس کی تصریح براہین احمدیہ کے صفحہ 490 و صفحہ 557 میں موجود ہے۔“

(تزیان القلوب، روحانی خزائن، جلد 15، صفحہ 272)

حضرت اُمّ المؤمنین کا ادبی ذوق

(ماخوذ از سیرت حضرت اماں جانؓ)

ابتدائی زمانہ میں اس امر کا ذکر حضرت خلیفہ اولؓ کے بعض طالب علموں میں ہوا کہ حضرت اُمّ المؤمنین شعر لکھ سکتی ہیں۔ چنانچہ اس امر کا اندازہ لگانے کے لئے ایک طالب علم مولوی نظام الدین صاحب نے ایک کاغذ پر اُس روٹی کی شکایت لکھ کر بھیجی جو اندر سے پک کر آتی تھی۔ لکھا:

اگر روٹی یہی بڑھیا پکاوے
کرو رخصت کہ پھر سب گھر کو جاویں
والّا عرض کرنا ہے ضروری
کہ ہو روٹی مصفاً اور تنوری

مولوی نظام الدین صاحب نے جو رباعی لکھی وہ تو نری تک بندی ہی تھی۔ مگر چونکہ اُن کو حضرت اُمّ المؤمنین کا امتحان کرنا مقصود تھا اس لئے وہ جو کچھ بھی لکھ سکے انہوں نے لکھ دیا اور ایک لڑکے کے ہاتھ اندر بھیج دیا۔ حضرت اُمّ المؤمنین نے اُسی کاغذ کی پشت پر اُسی وقت پنسل سے حسب ذیل رباعی لکھ دی۔

ہمیں تو ہے یہی بڑھیا غنیمت
جو روٹی کو پکا دیتی ہے بروقت
جسے بڑھیا کے ہاتھوں کی نہ بھاوے
تو لادے اس کو جو اچھی پکاوے

کرمیں نے یہی سمجھا ہے کہ خاص خدا کا فضل اور خدا کے مسیح کی تربیت کے سوا اور کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ سب کہاں سے سیکھا؟“

(سیرت حضرت نصرت جہاں بیگمؓ، حصہ اول، صفحہ 393)

آپ کے سیرت و خصائل میں سب سے عمدہ خوبی آپ کا حضرت مسیح موعودؑ کی پہلی بیوی اور غیر از جماعت رشتہ داروں سے عمدہ سلوک تھا۔ آپ نہایت ہمدردی اور اخلاص سے اُن کی معمولی معاملات میں بھی مدد کرتیں۔ غریبوں کے لیے دل سے تڑپ رکھتی تھی۔ اگر کسی کو دُعاؤں کے ذریعے مدد درکار ہوتی تو شدت سے دُعاں کرتیں۔ اگر مالی مدد کی ضرورت ہوتی تو پردہ پوشی کے ساتھ کرتیں۔ موسم سرما کے شروع میں بہت اہتمام سے گرم کپڑے، لحاف وغیرہ تیار کر کے غرباء میں تقسیم کرتیں۔

خادموں پر کبھی اپنا بار نہیں ڈالتی تھیں۔ یہاں تک کہ چھوٹی عمر کی ملازمہ لڑکیوں کو بیٹی کہہ کر پکارتی تھیں۔ خود اُن کے لباس و پاکیزگی کا خیال رکھتیں۔ آپ بہت مہمان نواز تھیں۔ اگر گھر میں ہوں اور کھانے کے وقت کوئی عورت آجائے تو کچھ نہ کچھ کھلا کر ہی تسلی پاتی تھیں۔

آپ کی سیرت کے بے شمار پہلو ایسے ہیں جن پر کثرت سے مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں لیکن عورتوں کی تربیت کے اعتبار سے اپنی تقریر کے اختتام پر ایک اور بات آپ کو بتانا چاہوں گی۔ کہ ”شکوہ اور چغلی سے آپ کو از حد نفرت اور چڑھتی نہ سُنا پسند کرتی تھیں اور نہ ہی خود کبھی کسی سے شکوہ نہیں کرتی تھیں۔“

آپ خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے والی صابر و شاکر عورت تھیں۔ آپ نے صحیح معنوں میں ”حدیجہ“ ہونے کا حق ادا کیا۔ آپ کی نسل سے خلفاء کرام کا پُر شفقت وجود ہمیں ملا۔ آپ 20 اپریل 1952ء کو ہمیں داغِ مفارقت دے گئیں۔ خدا تعالیٰ ہر آن آپ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں اور آپ کی نسلوں کو نیک اور خادم دین بنائے۔ آمین۔

میرے والدین کے ساتھ حضرت اماں جانؑ کی شفقت کا سلوک

نَعِيمِ دَاوُدَ-----درهم

سہولت کے لئے ابا جان گھر سے کتابوں والی الماری خالی کر کے لے گئے تھے تاکہ سامان رکھنے میں سہولت رہے۔ لیکن جب حضرت اماں جانؑ دوبارہ کوئٹہ تشریف لائیں اور میرے ابا جان کوئی دوسری الماری سامان رکھنے کے لیئے لے کر گئے۔ تو حضرت اماں جانؑ نے میری امی جان سے فرمایا کہ مرزا صاحب سے کہیں کہ مجھے وہی الماری لا کر دیں جو پچھلی مرتبہ لائے تھے کیونکہ مجھے وہ زیادہ اچھی لگی تھی۔ اس طرح آپ نے شفقت و محبت کے ساتھ نوازا۔

ایک مرتبہ کوئٹہ میں حضرت اماں جانؑ کے قیام کے دوران میرے والدین نے صبح ناشتے کے موقع پر حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کے افراد کے لئے حلہ پوری اور دیگر ناشتے کی چیزوں کا اہتمام کیا۔ جب میری والدہ سب سامان حضرت اماں جانؑ کے پاس لے کر حاضر ہوئیں۔ تو حضرت اماں جانؑ نے تمام ناشتے کی اشیاء افرادِ خاندان کے لیے پلیٹوں میں ترتیب دیں اور میری والدہ صاحبہ کو کہا کہ سب افراد کے کمروں میں جا کر دے آئیں۔ پھر میرے والد صاحب کے لیے بھی پلیٹ بنا کر دی کہ اُن کو بھی دے آئیں۔ میں بہت زیادہ شکر ادا کرتی ہوں اللہ تعالیٰ کا کہ میرے خاندان کے نصیب میں یہ خدمت آئی۔ الحمد للہ۔

خدا تعالیٰ ہمیں ہمیشہ خلافت کا مطیع و فرمانبردار بننے اور خواتین مبارکہ کی صحبت میں گزرے قیمتی لمحات سے فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

میری امی جان محترمہ ذکیہ بیگم صاحبہ قادیان کی رہنے والی تھیں اور میرے ابا جان محترم مرزا محمد صادق صاحب قادیان کے درویش تھے۔ اس مناسبت سے میں اپنے آپ کو بہت خوش قسمت سمجھتی ہوں کہ حضرت اماں جانؑ جیسی عظیم الشان ہستی کی شفقت سے میرے والدین نے بہت سے موقعوں پر بھرپور حصہ پایا۔ میرے لئے سعادت کی بات ہے کہ آپ نے میری پیدائش پر میرا نام رکھا۔ مزید کچھ واقعات بیان کرتی ہوں۔

میری امی جان کا خاندان حضرت مسیح موعودؑ کی خواتین کے ساتھ بہت گہرا تعلق تھا اس لیے آپ کثرت سے دارالمسیح جایا کرتی تھیں۔ شادی سے قبل آپ نے عورتوں کی بہتری کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؑ سے اجازت لے کر لڑکیوں کے لیے ایک سلائی سکول کھولا۔ جس کا نام ذکیہ صنعتی و دستکاری سکول تھا۔ اس سکول میں وہ سلائی کے ساتھ ساتھ مشینی کڑھائی بھی سکھایا کرتی تھیں۔

میری والدہ صاحبہ نے اپنی شادی کے موقعہ پر حضرت اماں جان کی شفقت کا ایک واقعہ بتایا۔ وہ کہتی ہیں کہ اکثر حضرت اماں جانؑ چند خواتین کے ساتھ سیر پر جایا کرتی تھیں اور بعض اوقات راستہ میں آنے والے احمدی گھروں میں حال احوال دریافت کرنے کے لئے بہنوں کے گھروں میں رُک جاتی تھیں۔

میری امی جان کی شادی کے دنوں میں ایک دن حسبِ معمول کچھ عورتوں کے ساتھ جب حضرت اماں جانؑ پیدل سیر کے لیے گئی ہوئی تھیں تو سیر سے واپسی پر میری نانی امی کے گھر پر تشریف لائیں اور دیکھا کہ گھر میں شادی کی تیاری ہو رہی تھی۔ آپ نے محسوس کیا کہ گھر میں بہت خاموشی ہے اور رونق کا کوئی ماحول نہیں۔ تو آپ نے کہا کہ یہ تو شادی والا گھر لگ ہی نہیں رہا۔ پھر آپ نے کسی بہن سے پرات منگوا کر خود بجائی اور گھر والوں کے ساتھ اُن کی خوشی میں شامل ہوئیں۔

ایک مرتبہ حضرت اماں جانؑ گرمیوں میں افرادِ خاندان کے ساتھ کوئٹہ میں رہائش کے لئے تشریف لائیں۔ میرے ابا جان مرزا محمد صادق صاحب کوئٹہ میں سیکرٹری ضیافت کے طور پر خدمت انجام دیتے تھے۔ حضرت اماں جانؑ کی

سیرت حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ

امتہ الریفق ظفر

سابق صدر لجنہ اماء اللہ کینیڈا

فرمائی۔ الہی منشاء کے مطابق حضور علیہ السلام کا نکاح ثانی حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ سے دہلی میں ہوا۔ یہ وہ مبارک خاتون تھیں جنہوں نے اپنے پاک ارادوں اور نیک کاموں کی برکت سے خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر لی تھی اور آپ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدسؓ کو یہ الہام فرمایا تھا ”اَشْكُرُ نِعْمَتِي رَأَيْتُ حَدِيحَتِي“۔

آپ فرماتے تھے کہ خدیجہ اس لئے میری بیوی کا نام رکھا کہ وہ ایک مبارک نسل کی ماں ہے۔ (نزول المسیح صفحہ 147)

اس شادی سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دس بچے عطا کیے۔ پانچ کم عمری میں فوت ہو گئے اور پانچ نے خدائی بشارات کے مطابق لمبی عمر پائی۔ مسیح پاک کی یہ مبارک اولاد بڑھی پھولی اور پھلی اور دُنیا نے تَرٰی نَسْلًا بَعِيدًا۔ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ 19) کا الہام پچشم خود پورا ہوتا دیکھا اور یہ پاک سلسلہ خدا کے فضل سے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ حضرت اُم المؤمنین سیدہ نصرت جہاں بیگمؓ کے بطن مبارک سے 2 مارچ 1897ء مطابق 27 رمضان المبارک 1314ھ میں بُدھ کی رات پیدا ہوئیں۔ آپ کا بابرکت وجود اُن پنج تن میں سے ہے جن کے متعلق مسیح پاکؑ نے یہ فرمایا

یہ پانچوں جو کہ نسل سیدہ ہے یہی ہیں پنجتن جن پر بناء ہے

ربّ جلیل نے آپ کو ”نواب مبارکہ بیگم“ کے حسین خطاب سے نوازا تھا۔ (تذکرہ صفحہ 413)

آپ وہ باسعادت ہستی تھیں جن کے نصیب میں روزِ ازل سے خوش بختی اور عزّت رکھ دی گئی تھی۔ اس مقدس وجود کی نیک بختی اور خوشحال زندگی پانے کی بشارت خدا تعالیٰ نے امام الزماں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو اس پیدائش سے پہلے ان مبارک الفاظ میں دی تھی۔ تَشْأَفِي الْحَلِيَّةَ۔ یعنی زیور میں نشوونما پائے گی۔ یعنی نہ خورد

باب روحانیت کا وہ روشن ورق جس میں تابندہ تاریخ محفوظ تھی جس نے ہر سُو بکھیرے تھے دُرّعدن اُس نے خاموشیوں کی ردا اوڑھ لی اس کی شب زندہ داری کی برکات سے کتنے غمگین دلوں کو سکوں مل گیا وہ مبشر بھی تھی وہ مبارک بھی تھی عمر بھر اس کا فیضان جاری رہا

جس جلیل القدر ہستی کی پاکیزہ زندگی اور سیرت کے چند پہلو بیان کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے وہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ کی دُختر نیک اختر حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ ہیں۔ آپ اُس مقدس باپ کی مقدس بیٹی تھیں جن کے متعلق نبیوں کے سردار فخر دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نوید مسرت دی تھی کہ يَسْرُوحُ وَيُوَلِّدُہُ (مشکوٰۃ مجتبیٰ باب نزول عیسیٰ بن مریم)

کہ وہ مسیح پاک شادے کرے گا اور اس کے ہاں برکتوں کی حامل اولاد ہوگی۔ اس مسیح پاکؑ کو اللہ تبارک تعالیٰ نے یہ الہام خوشخبری دی تھی۔

اِنِّي مَعَكُمْ وَمَعَ اَهْلِكُمْ لَكُمْ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔

میں تیرے اور تیرے خاندان کے ساتھ ہوں اور تم سب کیلئے اس دُنیا میں بشارت ہے۔

اس مقدس خاندان کی نسبت خدائے عزّوجلّ نے امام الزماںؑ کو پہلے سے یہ بشارت دی تھی۔ ”تیرا گھر برکتوں سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کرونگا۔ اور خواتین مبارکہ میں سے جن میں سے تُو بعض کو اس کے بعد پائے گا۔ تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری دُرّیت کو بہت بڑھاؤنگا اور برکت دوں گا۔“

(اشہار 20 فروری 1886ء)

الہی نوشتوں کے مطابق سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے پاک اولاد عطا

سالی میں وفات پائے گی اور نہ تنگی دیکھے گی۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ 217) حضرت مسیح موعودؑ نے آپ کو اپنی صداقت کا سینٹیواں (37) نشان قرار دیا۔ آپ فرماتے ہیں۔ چنانچہ بعد اس کے لڑکی پیدا ہوئی۔ جس کا نام ”مبارکہ بیگم“ رکھا گیا اور اُس کی پیدائش سے جب سات روز گزرے تو عین عقیقہ کے دن یہ خبر آئی کہ پنڈت لیکھرام پیشگوئی کے مطابق مارا گیا ہے۔ تب ایک ہی وقت میں دونشان پورے ہوئے۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ 217)

الہی بشارت کے مطابق حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے نہ صرف یہ کہ دنیوی نعماء سے ہی وافر حصہ پایا بلکہ روحانی زیورات یعنی عبادتِ الہی، محبتِ رسولؐ سے بھی آپ کی پوری زندگی آراستہ رہی۔

بچپن سے ہی آپ اپنے نیک، بزرگ والدین کی نیکی کے رنگ میں رنگین ہو چکی تھیں۔ بے حد ذہین و فہیم اور خداداد صلاحیتوں کی مالک تھیں۔ ساڑھے چار سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید کا پہلا دور حضرت پیر منظور احمد صاحبؒ مصنف قاعدہ یسرنا القرآن سے مکمل کر لیا تھا۔ قرآن مجید کے پہلے تین پاروں کا ترجمہ آپ نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؒ سے پڑھا۔ فارسی پر تو آپ کو عبور حاصل تھا۔

آپ کا نکاح 17 فروری 1908ء کو رئیس مالیر کوئٹہ حجۃ اللہ حضرت نواب محمد علی خان صاحبؒ سے گیارہ سال کی عمر میں ہوا۔ اور 14 مارچ 1909ء کو آپ کی تقریبِ رخصتانہ عمل میں آئی۔ شادی کی یہ مبارک تقریب سادگی کی تصویر تھی۔

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؒ فرماتی ہیں:

”افسوس کے نکاح کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اسی سال 26 مئی 1908ء کو ہم اس سایہ رحمتِ مجسم سے محروم ہو گئے۔ میرا رخصتانہ 14 مارچ 1909ء حضرت والدہ صاحبہ مکرمہ اور حضرت خلیفہ اولؒ کی دعا کے ساتھ نہایت سادگی کے ساتھ عمل میں آیا۔ اب میاں (یعنی نواب صاحب) کا اندرون شہر والا مکان بن چکا تھا۔ اور کافی عرصہ سے (آپ) اسی میں مقیم تھے۔ اور وہ بھی قریباً دار کا ہی حصہ ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کی ڈیوڑھی کی ہی زمین پر ہے۔ اور بیچ میں ہی راستہ بھی ہے مجھے خود حضرت والدہ صاحبہ ساتھ لے جا کر اُن کے گھر چھوڑ آئی تھیں اور دروازہ تک حضرت خلیفہ اولؒ بھی آئے تھے۔“

(اصحاب احمد جلد دوم)

اس بابرکت شادی کے نتیجہ میں خدا کے فضل سے آپ کے ہاں بڑی نیک اولاد پیدا ہوئی۔

یہ مقدس جوڑا شادی کے بعد 37 سال تک باہم رہا اور 11 فروری 1945ء کو حضرت نواب محمد علی صاحبؒ وفات پا گئے۔ تو حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے نہایت صبر و رضا کے ساتھ اس صدمہ کو برداشت کیا۔

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے اپنے مقدس باپ کی تقدیس سے بہت حصہ پایا تھا۔ بچپن ہی سے نمازوں اور دُعاؤں سے بہت شغف تھا۔ تہجد کے لئے اٹھنا آپ کا بچپن سے ہی معمول تھا۔ مقدس والدین نے اپنی اس پیاری بیٹی کی تربیت کی طرف خصوصی توجہ دی تھی۔ بزرگ ماں باپ کی شفقت و محبت کے سایہ تلے آپ پروان چڑھیں۔ ابتداء سے ہی آپ کے دل میں اللہ اور اس کے رسول حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت رچ بس گئی تھی۔ خدا سے محبت کا یہ عالم تھا کہ بچپن ہی سے رویائے صادقہ دیکھتیں۔ اپنے بچپن کا ایک خواب سناتی ہیں کہ

”بچپن کا سب سے پہلا خواب جو مجھے یاد ہے وہ یہ تھا کہ ایک چاند چکر لگا رہا ہے اور مجھ سے باتیں کرتا ہے۔ چاند نے کہا۔ اللہ پر توکل کرو۔ دن کے وقت میں نے مبارک احمد کو بتایا کہ چاند نے مجھ سے باتیں کیں۔ ایک دن مبارک احمد کھلونوں سے کھیل رہا تھا اور اُن سے باتیں بھی کر رہا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ تشریف لائے۔ فرمایا

”ان سے کیا باتیں کرتے ہو یہ تو سنتے ہی نہیں۔“ مبارک نے اس پر کہا۔ ”آپا تو چاند سے باتیں کرتا ہے۔“ اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے استفسار فرمایا۔ تو پھر میں نے اپنا خواب سنایا جو آپ نے اسی وقت اپنی ایک چھوٹے سائز کی الہامات و رویا کی کاپی میں لکھ لیا تھا۔“ (مصباح دسمبر 1977ء جنوری 1978ء صفحہ 25)

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؒ اپنے عظیم الشان باپ کی عاشق زار تھیں۔ حضرت مسیح موعودؑ بھی آپ پر خصوصی رنگ میں شفقت کا اظہار فرماتے۔ آپ فرماتی ہیں

حضرت مسیح موعودؑ بھی کو مجھ سے بہت پیار تھا۔ میں حالانکہ چھوٹی سی تھی لیکن مجھ سے پوچھتے تھے کہ کوئی خواب آئی اور دُعا کے لئے بھی فرمایا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے متعلق ایک خواب دیکھی وہ بھی سنائی اور آپ سُن کر خاموش ہو گئے۔ اتنا فرمایا کہ اپنی اماں کو نہ بتانا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے بستر پر سو جاتی۔ حضرت اماں جان اُٹھاتیں۔ حضورؑ مسکرا کر فرماتے۔ ”بچہ ہے سونے دو۔“

فرماتی ہیں۔ ایک دفعہ میں نے دو سونے کی چوڑیاں پہنی ہوئی تھیں۔ حضورؑ نے فرمایا کہ ساتھ چاندی پہنا دو، ٹھنڈی ہوتی ہے۔ حضورؑ کی شفقت کو یاد کرتے ہوئے آپ بیان کرتی ہیں۔

”آپ نے بچپن سے مجھ پر بے حد شفقت فرمائی۔ حتیٰ کہ حضرت اماں جانؑ مناسب تربیت کیلئے کچھ کہتی تھیں تو آپ ان کو بھی روکتے تھے کہ اس کو کچھ نہ کہو۔ ہمارے گھر چند روزہ مہمان ہے۔ یہ ہمیں کیا یاد کرے گی۔

ایک باپ کے ناطے تو آپ اپنے باپ کے ساتھ بے حد محبت کرتیں لیکن آپ اپنے باپ کے مقام اور مرتبہ کو خوب پہچانتی تھیں اور سچے دل سے یہ یقین رکھتی تھیں کہ اللہ نے میرے باپ کو زمانے کے امام کے طور پر چُن لیا ہے اور وہ خدا کی طرف سے اعلیٰ منصب پر فائز ہے۔ اس لئے بے حد عزت اور احترام کے ساتھ پیش آتیں۔

آپ جس گھر میں پیدا ہوئیں وہ دار المسیح تھا۔ یہ وہ بابرکت گھر تھا جس کے ہر گوشہ میں مامورِ زمانہ نے اُن گنت دُعائیں کی تھیں۔ اس مقدس گھر اور بابرکت وجود کی یاد میں درویش برادران کے نام ایک خط تحریر کرتی ہیں۔

دنیا میں بہت گھر ہیں اور ایک سے ایک اچھا

پر گھر تھا وہ کیا پیارا ہم جس میں ہوئے پیدا درویشانِ قادیان کے پاس یہ بظاہر سال خوردہ مکان ایک دولت ہے ایک برکتوں کا خزانہ ہے جس کی ہر اینٹ پر دعائے مسیح الزمان مامورِ ربانی ہو چکی ہے۔ اس کی دیواروں پر آپ کی آواز نقش ہے۔ وہ درد بھری پکار جو آج بھی میرے کانوں میں گونجتی ہے ضرور اس کا نقش ان دیواروں پر ہے۔“

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مسیح موعودؑ سے بے انتہا محبت اور عقیدت کا یہ اعجاز تھا کہ آپ کو حضرت مسیح موعودؑ سے متعلق 4-5 سال کی عمر کی باتیں بھی اخیر وقت تک یاد رہیں۔ جماعت کو آپ کے ذریعہ حضور اقدسؑ کی بہت سے باتیں اور روایات نصیب ہوئیں۔

آپ اپنی والدہ محترمہ سے بھی بے حد محبت کرتیں اور ان کا بے حد احترام کرتیں۔ اُن کی معمولی سی تکلیف پر بے چین ہو جایا کرتیں اور پھر مجسم دُعابن جاتیں۔ آپ کی صاحبزادی محمودہ بیگم صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

”مجھے یاد ہے جب ہم مالیر کوئلہ میں تھے۔ جب بھی اماں جانؑ کی بیماری کی اطلاع آتی خواہ معمولی ہو بس تڑپ اُٹھتیں۔ فوراً قادیان کیلئے روانہ ہو جاتیں۔ ایک بار قادیان میں بھی حضرت اماں جانؑ بہت بیمار ہو گئیں۔ جس وقت سنا۔ بہت گھبرا گئیں۔ بُرقعہ پہنا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے پیدل ہی دارالمسح کی طرف چل پڑیں۔ ہم لوگ بھی پیچھے پیچھے پہنچے تو امی جان کی عجیب حالت دیکھی۔ دونوں ہاتھوں سے کمر پکڑی ہوئی تھی۔ کبھی اندر جاتیں کبھی باہر۔ نماز میں تڑپ تڑپ کر دُعائیں کرتی تھیں۔ جب تک تسلی بخش حالت نہ ہو گئی وہیں رہیں۔“

(مصباحِ دسبر، جنوری 1978ء صفحہ 37-38)

حضرت اماں جانؑ کو بھی اپنی بیٹیوں سے بہت محبت تھی۔ اس والہانہ پیار کا اظہار حضرت اماں جانؑ کے ان اشعار سے ہوتا ہے۔ جو آپ نے عید کے موقع پر اپنی بیٹی سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے لئے جبکہ وہ مالیر کوئلہ میں تھیں لکھ کر بھجوائے تھے۔

تم تو اپنے گھر میں بیٹھی خرم و دلشاد ہو

ہر طرح کے فکر و غم سے دور ہو آزاد ہو

دیکھ کر بچوں کو اپنے گرد ہنستے کھیلتے

فضل مولیٰ سے منائی عید کیا اعیاد ہو

حال کیا اُس کا بتاؤں جس کی بچی ہے جُدا

تم بھلا بیٹھی ہو اس کو پر اُسے تم یاد ہو

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کو منصبِ خلافت اور خلیفہ وقت سے والہانہ لگاؤ تھا۔ خلافت کے ادب و احترام کا جذبہ آپ کے اندر اس قدر پایا جاتا تھا کہ بڑی محبت کے ساتھ کثرت سے حضرت خلیفہ اَوّلؑ کا تذکرہ کرتیں۔ پھر اپنے بھائی حضرت مصلح موعودؑ کا باوجود بے تکلفی کا رشتہ ہونے کے بے حد احترام کرتیں۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؑ کا باوجود داماد اور بھتیجے ہونے کے بے حد ادب سے نام لیتیں۔ ان سب رشتوں پر آپ اس روحانی رشتہ کو جو خدا تعالیٰ نے بنایا تھا، ہمیشہ فوقیت دیتیں۔

اہل جماعت کے لیے آپ ایک مشفق اور درد مند دل رکھتی تھیں۔ آپ کا وجود اپنوں، بیگانوں کے لئے مجسم دُعَا تھا۔ آپ تو دُعَاؤں کا ایک خزانہ تھیں اور قوم احمد کو دُعَا گو بنانے کے لئے کس قدر درد سے فرماتی ہیں۔

قوم احمد جاگ تُو بھی جاگ اس کے واسطے

اُن گنت راتیں جو تیرے درد سے سویا نہیں

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؒ عظیم ترین محسنہ تھیں۔ آپ وہ متاعِ احمدیت تھیں جن کی ساری زندگی خدمتِ خلق اور خدمتِ دین کے لئے وقف تھی۔ لجنہ کی ابتدائی چودہ ممبرات میں سے تھیں۔ آپ کا نام فہرست میں دوسرے نمبر پر درج ہے۔ (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول صفحہ 70)

دہلی میں لجنہ کا قیام آپ کے ذریعہ ہی عمل میں آیا۔ 8 سال تک آپ لجنہ لاہور کی صدر رہیں۔ آپ کی صدارت میں لجنہ لاہور نے نمایاں ترقی کی۔ آپ نے صدر ہوتے ہی خاص تاکید اس امر کی فرمائی کہ حلقہ جات کے اجلاسوں میں التزام کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کے منتخب حصے باقاعدگی کے ساتھ پڑھے جائیں۔ ممبرات کو سمجھایا جائے کہ نبی کی زندگی کے بعد اُس کی تعلیم ہی باقی رہ جاتی ہے۔ اس کو زندہ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی تعلیم کو بار بار پڑھا جائے اور رائج کیا جائے۔ (رپورٹ کارگزاری لجنہ اماء اللہ مرکزیہ 1958ء-1959ء صفحہ 41 بحوالہ تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد سوم صفحہ 7)

ربوہ تشریف لانے کے بعد آپ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی اعزازی ممبر بنیں۔ اور مجلسِ عاملہ کے اجلاسوں میں اکثر شرکت فرماتیں اور اپنے مفید مشوروں سے نوازتیں۔ متعدد بار جلسہ سالانہ پر ناصحانہ اور مشفقانہ انداز میں دلپذیر خطابات سے روحوں کو سرشار کرتیں۔ آپ اپنے ایک بصیرت افروز خطاب میں فرماتی ہیں۔

”ہم کو تقویٰ اور ایمان میں اتنی ترقی کرنی چاہیے کہ دنیا کی نظروں میں ممتاز ہو جائیں اور ہمارا مولیٰ کریم ہم سے راضی ہو جائے۔ ہماری زبان بے لگام نہ چلے، ہمارے دل گند سے پاک ہوں۔ ہم اخلاقِ رزیلہ سے دور ہوں اور اخلاقِ فاضلہ کا نور ہماری پیشانیوں پر واضح طور پر چمکتا نظر آجائے۔ ہم میں سے ہر ایک تمام عالم کے لیے ایک نمونہ اور مشعلِ راہ بن جائے۔“ (الفضل 8 جنوری 1965 صفحہ 2)

آپ اعلیٰ ادبی ذوق کی مالک تھیں۔ دُرِّ عدن “آپ کا مجموعہ کلام۔ آپ کی اللہ سے محبت، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام سے بے مثال عشق اور آپ کے پاکیزہ دلی جذبات و احساسات کا آئینہ دار ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ اپنے دلکش کلام میں دُرِّ عدن پر وئی تھیں۔ شعر و ادب کی رُوح رواں تھیں۔ اور شیریں بیاں اور پاکیزہ افکار کی مالک تھیں۔

وہ تیرے افکار پاکیزہ کا حُسن و بانگین ہو گئے اشعار کے پیکر میں سب

”دُرِّ عدن“

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؒ بنت المہدی بے مثال صبر و حوصلہ اور قوتِ برداشت رکھتی تھیں۔ اپنے خاوند کی وفات کے صدمہ کو بہت صبر سے برداشت کیا۔ پھر اپنے سامنے اپنے تین بھائیوں کی جدائی کا گہرا صدمہ دیکھا۔ حضرت مصلح موعودؑ سے آپ کو بے حد محبت و عشق تھا۔ آپ کی وفات ایک عظیم سانحہ تھی۔ وفات کا درد انگیز منظر تھا۔ اس موقع پر آپ کے صبر و حوصلہ کے متعلق آپ کی صاحبزادی محمودہ بیگم صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

”امی جان نے اُس وقت ایسا حوصلہ دکھایا کہ مثال ملنی ناممکن ہے۔ سب لوگ مچھلی کی طرح تڑپ رہے تھے۔ کسی کو کسی کا ہوش نہیں تھا۔ شاید کسی ایک آدھ کی آواز کے ساتھ سسکی بھی نکل گئی ہو۔ لیکن اچانک ایک کڑک دار آواز کان میں پڑی۔ دیکھا کہ امی جان نے دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؑ کے پلنگ کے پاس کھڑی ہیں۔ کہہ رہی ہیں سُنو خاموش ہو جاؤ۔ میری بات سُنو۔ مجھے وہ وقت یاد ہے۔ یہ وہ ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جنازے پر کھڑے ہو کر یہ عہد کیا تھا کہ ”اگر سب میرا ساتھ چھوڑ دیں۔ میں اکیلا رہ جاؤں۔ تب بھی میں عہد کرتا ہوں کہ اس مشن کو میں پورا کروں گا۔ جس کے لئے آپ بھیجے تھے۔“

دیکھو میری آنکھوں نے دیکھا۔ اُنہوں نے ہر لحاظ سے اس عہد کو پورا کیا۔ آخر دم تک اس عہد پر قائم رہے۔ دین کی خدمت میں ہی جان دی۔ اب رونے کا وقت نہیں۔ دُعا ئیں کرو۔ خدا کے سامنے عہد کرو تم بھی اُن کے نقش قدم پر چلو گے۔ اب تم پر یہ ذمہ داری ہے خدا کی طرف سے۔ سب مبہوت کھڑے امی جان کی باتیں سُن رہے تھے۔ عجیب ایمان افروز نظارہ تھا۔ ایسا صبر اور ضبط دکھایا کہ حیرانی ہو رہی تھی۔ یا تو یہ حالت تھی کہ ان کی ذرا سی بھی تکلیف برداشت نہ کر سکتیں۔ سخت بے چین ہو جاتیں۔ وفات سے کچھ دیر پہلے یہ حالت تھی کہ گر گر پڑتیں۔ تجربہ کار نظروں نے پہچان لیا تھا کہ آخری وقت آن پہنچا ہے۔ پھر وفات کے بعد خدا نے وہ ہمت دی کہ دوسروں کو حوصلہ دلاتیں۔ دُعاؤں کی تلقین کرتیں۔ یہی حالت رہی جب تک خلافتِ ثالثہ کا انتخاب نہیں ہو گیا۔ گھر آکر نڈھال ہو کر پڑ گئیں۔ نماز سے فارغ ہوئیں تو آنکھیں سُوجی ہوئیں۔ اُن آنکھوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؒ کی وفات پر جو فتنہ دیکھا تھا اُس کا دل پر بے حد اثر تھا۔ لگا تار دُعا ئیں کرتی اور کرواتی رہیں۔ بعد میں بھی یہی کہتیں خدا کا شکر کرو اللہ نے ہر قسم کے فتنہ سے محفوظ رکھا۔ جماعت کو پھر ایک ہاتھ پر مستحکم کیا۔

الغرض یہ کہ اس مختصر سے وقت میں آپ کی سیرت کی چند جھلکیاں پیش کرنا بھی بہت مشکل امر ہے۔ آپ اللہ کے نشانوں میں سے ایک زندہ نشان تھیں۔ مسیحائے زمن کی عظیم بیٹی تھیں۔ عظیم بھائیوں کی عظیم جاثرا بہن تھیں۔ ایک عظیم شوہر کی عظیم وفا شعار بیوی تھیں اور ساری جماعت کی شفیق ماں تھیں۔ احمدیت کی تاریخ ہمیشہ ناز کرتی رہے گی۔ اس ”نواب مبارکہ بیگم“ نام کی ہستی پر جس کے کام بھی مبارک تھے۔

ہاں جس کا وجود ایک انعام تھا۔ ایک سپر تھا۔ جس کے لب دُعائیں کرتے نہ تھکتے تھے۔ وہ پیکر محبت جس کے اخلاقِ فاضلہ اور اوصافِ کریمانہ کو ہم کبھی فراموش نہ کر سکیں گے۔ وہ عظیم ہستی جو چاند کے نور کی طرح ٹھنڈی اور روحانی روشنی عطا کرتی تھی۔ 22 اور 23 مئی 1977ء کی شب اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئیں۔ اللہ آپ کی پاک روح پر ہزاروں رحمتیں اور برکتیں نازل کرے۔ آمین۔ اور آپ کی سیرت طیبہ کے انمٹ نقوش سے ہم اور ہماری اولادیں ہمیشہ رہبری حاصل کرتی رہیں۔ آمین۔

آج وہ محبوب ہستی ہم میں موجود نہیں لیکن وہ دخترِ مسیح الزماں اپنے اُن گنت کارناموں، دینی خدمات اور علمی کاوشوں کے باعث زندہ ہیں اور ہمیشہ زندہ رہے گی۔ آج بھی گلستانِ احمد کے اس سد ابہار پھول سے اس عالم کی فضائیں معطر ہیں۔ آج بھی آپ کی حسین یادوں کے چراغ ہمارے دلوں میں فروزاں ہیں۔ بے شک

موت نے چھینا ہے ہم سے جسمِ خاکی بالیقین
چھین لے وہ یاد بھی تیری یہ ممکن نہیں
تیرے جانے سے تیری یادیں تو جاسکتی نہیں
کارنامے اب تو تاریں بھلا سکتی نہیں

سیرت حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ

طیبہ چیمہ

پیش وچ ویسٹ

آپ کو مقام خلافت کا بہت احترام تھا۔ آپ نے اپنی زندگی میں تین خلفاء کا زمانہ دیکھا۔ تینوں سے آپ کو بے حد محبت اور عقیدت تھی۔ تینوں کی اطاعت گزار رہیں۔

آپ سراپا محبت تھیں ایسا وجود تھیں کہ اپنے پرائے سب آپ سے فیض پاتے۔ دوسروں کی تکلیف پہ تڑپ تڑپ کر ان کے لئے دعا کرتیں۔ آپ نے بہت سی یتیم لڑکیوں کی تربیت کی پھر اچھے گھروں میں ان کی شادیاں کیں۔

آپ ایک بلند پایہ شاعرہ اور ادیب تھیں۔ اللہ کے احسانوں کا ذکر بہت محبت سے ان الفاظ میں کیا:

نہ کیوں سو جان سے دل اس پر فدا ہو

کہ وہ محبوب ہی جان فدا ہے

پھر پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتی ہیں

بھیج درود اس محسن پر تو دن میں سو سو بار

پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار

(دُرّ عدن)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمام دعائیں اور مناجات جو آپ نے اپنی اولاد کے لئے کیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو شرف قبولیت بخشا۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

کر ان کو نیک قسمت دے ان کو دین دولت

کر ان کی خود حفاظت ہو ان پر تیری رحمت

پھر فرماتے ہیں:

میری اولاد جو تیری عطا ہے ہر اک کو دیکھ لوں وہ پار سا ہے

تیری قدرت کہ آگے روک کیا ہے وہ سب دے ان کو جو مجھ کو دیا ہے

جہاں آپ ایک اچھی بیٹی اور اچھی بہن تھیں وہاں ایک بے مثال محبت اور خدمت کرنے والی بیوی بھی تھیں۔

آج سے چودہ سو سال قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ آخری زمانہ میں اللہ تعالیٰ ایک مسیح و مہدی کو بھیجے گا۔ جو شادی کرے گا اور اس کی اولاد ہوگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر بچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت کے تحت پیدا ہوا، اس لئے انکو مبشر اولاد کہا جاتا ہے۔

چنانچہ اسی مبشر اولاد میں 2 مارچ 1897 کو حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی پیدائش ہوئی۔ آپ کی پیدائش سے قبل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ

تَنَشَأُ فِي الْحِلْيَةِ كَهِيَ دَخْرَنِيكَ اخْتَرِي رَاتٍ مِّنْ نَّشَوْنَمَائِي (پلے گی)

پھر 1901 میں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہاماً خبر دی ”نواب مبارکہ بیگم“

حضرت سیدہ موصوفہ کی آمین کے موقع پر حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اور ان کے ساتھ دی ہے ایک دختر ہے کچھ کم پانچ کی وہ نیک اختر

کلام اللہ کو پڑھتی ہے فر فر خدا کا فضل اور رحمت سر اسر

(در ثمین)

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا حافظہ بہت تیز تھا۔ آپ نے ساڑھے چار سال کی عمر میں قرآن ختم کر لیا۔ آپ کی عمر کے 11 سال اور 24 دن کل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیات مبارکہ میں گزرے۔ آپ فرماتی ہیں کہ مجھے بچپن کی باتیں صاف طور پر دل میں نقش ہیں۔ گویا میں اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بات کرنا، آپ کا اٹھنا بیٹھنا، سونا، کروٹ لینا، ٹہلنا، لکھنا دیکھ رہی ہوں اور سن رہی ہوں، کیونکہ جب بھی موقع ملتا میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ وقت گزارنا پسند کرتی تھی۔ (مبارکہ کی کہانی مبارکہ کی زبانی)

آپ بہت دعا گو اور بہت عبادت گزار تھیں اور بڑے اہتمام سے لمبی لمبی نمازیں پڑھتیں۔ مغرب کی نماز اتنی لمبی ہوتی کہ عشاء کا وقت ہو جاتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کہ مطابق آپ کی شادی 12 سال کی عمر میں حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ حضرت نواب صاحب آپ کی بے حد عزت کرتے تھے۔ وہ اپنی ڈائری میں تحریر فرماتے ہیں: ”آپ سیرت کہ لحاظ سے کس باپ کی بیٹی ہیں۔ پس نہایت پیارا انداز اور عجیب و دلکش طبیعت ہے۔ محبت کرنے والی بیوی ہیں پھر کیوں مجھے عزیز نہ ہوں۔“ قرآن شریف باقاعدگی سے اور سمجھ سمجھ کے پڑھتیں۔ غرض حسن و خوبی کے رنگ برنگے پھولوں سے آراستہ ایک گلدستہ کی مانند تھیں مگر کبھی اپنے آپ کو

کچھ نہ سمجھا۔ آخر 22 مئی 1977 کی درمیانی شب کو یہ پیارا وجود ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہ کہتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو گیا:
مجھے تودامن رحمت میں تھام لے یونہی
حساب مجھ سے نہ لے بے حساب جانے دے
اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پیاری شہزادی کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

کلام حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؒ

میرے مولا کٹھن ہے راستہ اس زندگانی کا

مرے ہر قدم پر خود رہ آسان پیدا کر

تری نصرت سے ساری مشکلیں آسان ہو جائیں

ہزاروں رحمتیں ہوں فضل کے سامان پیدا کر

جو تیرے عاشق صادق ہوں فخر آل احمد ہوں

الہٰی نسل سے میری تُو وہ انسان پیدا کر

حضرت سیدہ نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ

فرح احمد
مسی ساگاویست

ماخوذ از دُختِ کرام شائع کردہ لجنہ اماء اللہ

ہمدردی ان کا شعار تھا۔ خدمت خلق کے ہر کام میں آگے رہتیں، کافی غریب بچیوں کی شادیاں بھی کروائیں۔ بیماروں کی مزاج پر سی کے لیے ان کے گھر جاتیں۔ بہت سادہ طبیعت کی مالک تھیں۔ کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے میں سادگی کا خاص خیال رکھتیں۔

اپنی عائلی زندگی میں وہ ایک بہت ہی پیار کرنے والی، وفادار اور خدمت گزار بیوی تھیں۔ اپنے شوہر کی تیرہ سال کی علالت کے دوران انہوں نے بہت دل جمعی، استقلال، صبر اور محبت کے ساتھ ان کی خدمت کی اور اسی دوران اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت پر بھی پورا دھیان دیا۔

18 ستمبر 1961ء میں نواب صاحب کی وفات کے بعد مردوں کی طرح سارے کام سنبھالے۔ ان کے ذرائع آمدنی زمینوں سے وابستہ تھے آپ نے منشی کو بلا کر زمینوں کا کام سمجھا اور بہت احسن طریق سے نہ صرف آمدنی کو برقرار کیا بلکہ بہت آگے بڑھا دیا۔ آپ ایک بہترین منظمہ تھیں بہت سلیقہ سے گھر چلایا۔

آپ نے اپنے شوہر کی وفات کے بعد کئی یورپی ممالک کے سفر کئے اور ان کے تاریخی مقامات کی سیر کی۔ 25 اگست 1962ء میں زیورک کی مسجد کاسنگ بنیاد بھی رکھا۔ آپ خلافت سے بے حد محبت کرنیوالی اور احترام رکھتی تھیں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع جو آپ کے بھتیجے تھے آپ کو اپنی ماں کی طرح سمجھتے تھے اور بہت محبت کا سلوک کرتے تھے۔ ان کے خلیفہ بننے پر حضرت مسیح الموعودؑ کی انگوٹھی بھی قصر خلافت میں آپ ہی نے ان کو پہنائی تھی۔ آپ بہت خوش مزاج اور سلجھی ہوئی طبیعت کی مالک تھیں۔ پھول، پودوں سے خاص انس تھا اپنے گھر کے صحن میں اکثر چہل قدمی کرتی تھیں۔ آپ کی رہائش ”بیت الکرام“ ربوہ میں شاہراہ دُختِ کرام ”ان کے الہامی نام پر رکھا ہوا نام“ پر واقع ہے۔

اسی رہائش گاہ میں 6 مئی 1987ء کو آپ نے وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے بے حساب درجات بلند فرمائے اور اپنے قرب خاص میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ ”الہامی نام دُختِ کرام“۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح و مہدی موعود علیہ السلام اور حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم ”اماں جان“ کی سب سے چھوٹی اور سب سے لمبی زندگی پانے والی اولاد ہیں۔ آپ کی پیدائش 25 جنوری 1904ء میں قادیان میں دار المسیح میں ہوئی۔ آپ بہت پاک صورت تھیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بہت مشابہت رکھتی تھیں۔ جب آپ چار سال کی تھیں تو آپ کے والد کا انتقال ہو گیا۔ آپ کی تربیت حضرت اماں جان اور آپ کے بڑے بھائی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ نے کی۔

آپ بچپن سے ہی بہت ذہین اور کریمانہ اخلاق کی مالک تھیں۔ آپ کا بچپن بہت سادہ اور پاکیزہ تھا۔ آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن ختم کیا۔ حصول علم کا شوق آپ کو اپنے خاندان سے ملا۔ تیرہ سال کی عمر میں آپ کی شادی مالیر کوٹلہ کے نواب حضرت عبداللہ خان صاحب سے 22 فروری 1917ء میں ہوئی جو کہ آپ کی بڑی بہن حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے سوتیلے بیٹے تھے۔ آپ نے شادی کے بعد تعلیم جاری رکھی اور میٹرک، ایف اے انگریزی اور ادیب فاضل مکمل کیا، مطالعہ کے شوق کے باعث آپ اردو اور انگریزی ادب کی بہت سی کتابیں لائبریری سے منگوا کر پڑھتی تھیں آپ ایک بہت اچھی شاعرہ بھی تھیں۔

آپ بہت دعا گو تھیں اور اللہ تعالیٰ سے آپ کا ایک خاص تعلق تھا اللہ تعالیٰ آپ کو آنے والے واقعات کی بہت پہلے خبر دے دیتا تھا۔ آپ کی فطرت میں عزت اور خودداری کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ سوائے خدا کے کسی کا احسان لینا آپ کو سخت ناپسند تھا۔ اپنی ہر چھوٹی ضرورت کے لئے خدا کے حضور سر بسجود ہو جاتیں اور اللہ تعالیٰ ان کی ہر ضرورت کو اپنی جناب سے پورا فرمادیتے۔ آپ بہت زیادہ ملنسار تھیں اپنے ہمسائیوں کے تمام حقوق پورے کرتیں ان کی خوشی اور غم میں شامل ہوتیں۔ جماعت کی خواتین ان کے پاس دعا کے لیے آتیں تو درود دل سے دعا کرتیں اور جب تک دعا قبول نہ ہو جاتی فکر مند رہتیں۔ مخلوق خدا سے

حضرت اُم ناصر سیدہ محمودہ بیگم صاحبہؓ

زاہدہ بلوچ

ہملٹن، ماؤنٹین

ماخوذ از کتاب اُم ناصر تیار کردہ لجنہ اماء اللہ پاکستان

کے بعد شروع میں کچھ دن اپنے پاس سلایا کرتیں تاکہ بچی کو نئے گھر میں 'اپنا پن' محسوس ہونے لگے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی گھر میں آنے والی نئی مہمان کا بہت خیال رکھتے۔ جب حضور علیہ السلام لکھنے کا کام کر رہے ہوتے اور آپ (محمودہ بیگم صاحبہ) کا دل نہیں چاہتا کہ آپ پر اٹھے وغیرہ کا ناشتہ کریں تو خاموشی سے جا کر آپ علیہ السلام کے پاس کھڑی ہو جاتیں اور آپ اُن کو فوراً اپنے ٹرک کی چابیاں پکڑا دیتے جن میں مزید رکھانے کی ایسی چیزیں رکھی ہوتی تھیں جو اکثر قادیان کے باہر سے آتی تھیں مثلاً بسکٹ مٹھائیاں وغیرہ اور آپ چابی لے کر اپنی مرضی کی چیزیں مزے سے کھاتیں۔ اس کے علاوہ کئی دفعہ اگر آپ کو کسی اور چیز کی ضرورت ہوتی تو بے تکلفی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مانگ لیتیں اور آپ خوشی سے فرمائش پوری کر دیتے۔ اس محبت کرنے والے گھرانے میں آپ کے شوہر محترم سیدنا محمود بھی آپ کا بہت خیال رکھتے۔ ایک رات جب کہ آپ اپنے کاموں کی وجہ سے کچھ دیر سے آئے تو دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاؤں دباتے دباتے پلنگ کی پٹی پر سر رکھے سو گئیں تھیں۔ تو حضور علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا 'محمود! جلدی آجایا کرو محمودہ کو اکیلے ڈر لگتا ہے' چنانچہ اس کے بعد آپ رات کو جلد گھر آجایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ یہ بات ہوئی کہ شاید میاں محمود دوسری شادی کر لیں گے تو آپ یہ سن کر اداس ہو گئیں۔ شام کو جب آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دبا رہی تھیں تو حضور علیہ السلام نے پوچھا 'محمودہ تم کیوں اداس ہو؟' آپ نے اس خبر کا ذکر کیا تو آپ علیہ السلام فرمانے لگے کہ 'میری زندگی میں محمود دوسری شادی نہیں کرے گا' اور یہ بات سن کر آپ کو تسلی ہوئی اور حضور علیہ السلام کے منہ سے نکلی ہوئی بات پوری بھی ہوئی ہے۔ باقی شادیاں آپ نے بعد میں کیں۔

آپ کے گھر پہلا بچہ نصیر احمد جو حضور علیہ السلام کی زندگی میں پیدا ہوا تھا اور یہ چند ماہ کا ہو کر فوت ہو گیا تھا اس کے کچھ عرصے بعد کوئی اور بچہ نہ ہوا۔ ایک دن کسی نے ایسا دل دکھایا کہ آپ ساری رات اللہ تعالیٰ کے سامنے بہت روئیں اور پھر جلد ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ بیٹا (حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ) عطا کیا جس کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام 'نافلۃ لک' کہ 'تیرا پوتا ہوگا' پورا ہوا جو بعد میں جماعت احمدیہ کے تیسرے خلیفہ بنے اور آپ اسی بیٹے کے نام پر 'اُم ناصر' جو بعد میں جماعت احمدیہ کے تیسرے خلیفہ بنے اور آپ اسی بیٹے کے نام پر 'اُم ناصر'

حضرت سیدہ محمودہ بیگم صاحبہؓ جو اُم ناصر کے نام سے جانی پہچانی جاتی ہیں۔ آپ 1891ء میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے امی ابو نے آپ کا نام رشیدہ رکھا آپ کے والد کا نام حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب تھا اور امی کا نام مکرمہ عمدہ بیگم تھا۔ جبکہ رخصتانہ کے بعد حضرت اماں جانؓ نے آپ کا نام "محمودہ" رکھا۔

حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے اپنی جوانی میں ہی احمدیت قبول کی اور اولین صحابہ میں شمار ہوئے۔ ایک دن حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اپنی بیٹی رشیدہ کو لیکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کے لئے قادیان آئے۔ سات سالہ لڑکی رشیدہ نے جب اتنی بڑی ہستی جو خدا کے نبی تھے اُن کو پہلی دفعہ دیکھا تو ادب اور عزت کی وجہ سے دوبارہ نظر نہ اٹھا سکیں۔ کچھ ہی عرصے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُن کے ابا کو خط لکھا کہ وہ اپنے بڑے بیٹے محمود (حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب) کا رشتہ رشیدہ سے کرنا چاہتے ہیں اور یہ بھی لکھا کہ 'دعا کریں اور چونکہ دونوں بچے چھوٹے ہیں شادی بعد میں ہو جائے گی۔'

اُس وقت کے رواج کے مطابق آپ نے گھر میں تھوڑی بہت تعلیم حاصل کی اور قرآن شریف بھی پڑھا۔ 1902ء میں جب رشیدہ گیارہ سال کی ہوئیں تو ان کی شادی ہو گئی۔ شادی کے وقت آپ چھوٹی تھیں اس لیے آپ ایک سال کے لئے واپس اپنے اماں ابا کے پاس چلی گئیں اور 1903ء میں دوبارہ آ گئیں۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ فرماتی ہیں 'انہوں نے شادی کے بعد اس گھر کو اپنا گھر اور ہم لوگوں کو اپنے بہن بھائی سمجھا نہایت پیار سے ہم لوگ رہے۔ میں بہت چھوٹی تھی ضرورتاً بھی ہوں گی مگر ان کی شفقت میں کمی نہ آتی دیکھی۔'

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر کی پہلی بہو تھیں اور آپ علیہ السلام کے الہام 'خواتین مبارکہ' میں شامل ہوئیں۔ آپ نے پانچ یا چھ سال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے اُن کے گھر میں گزارے اور جس قدر بھی ممکن ہوتا ہر طرح خدمت کرتیں۔ جب بھی حضور علیہ السلام وضو کرنے لگتے تو بھاگ کر لوٹا پکڑ لیتیں اور خود پانی ڈالنے لگتیں تاکہ خدمت کر سکیں۔ گھر کے چھوٹے چھوٹے کام کرنے کے علاوہ آپ نے بہت دفعہ حضور علیہ السلام کے پاؤں دبانے کی توفیق بھی پائی۔ حضرت اماں جانؓ بھی بے حد پیار اور محبت سے اپنی محمودہ کا خیال رکھتیں تھیں۔ شادی

جنوری تا اپریل 2021ء

کے نام سے مشہور ہوئیں۔

آپ کی بہت پیاری پیاری خوبیوں میں سے ایک خوبی قربانی کرنے کا مادہ تھا۔ جب آپ کے پیارے شوہر سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ بنے اور عورتوں کی تعلیم و تربیت کی غرض سے آپ نے اپنے میاں کو ستایا، نہ آنے قربانی کے ساتھ سب کچھ برداشت کیا اور اس سلسلے میں نہ اپنے میاں کو ستایا، نہ آنے والی نئی بیویوں کو، بلکہ ایک گھر میں رہتے ہوئے ہمیشہ ’بڑی بہن‘ بن کر گزارا کیا۔ آپ کو گلے شکوے کرنے کی بالکل عادت نہ تھی اور نہ ہی کبھی کوئی بات ادھر کی من کر ادھر بیان کرنے والی طبیعت تھی۔ کم گو اور سادہ مزاج تھیں۔ آپ نے ہمیشہ دوسری بیویوں کے بچوں سے بھی بہت اچھا سلوک کیا بلکہ جب حضور کی ایک بیوی حضرت سارہ بیگم صاحبہ فوت ہوئیں تو ان کے بچوں کی بہت پیار سے پرورش کی۔ جیسے اپنے بچے ہوتے ہیں اور کبھی کوئی فرق ان کے بچوں سے نہ کیا۔ آپ کے محبوب شوہر نے دوسری شادی کا ارادہ ان پر ظاہر کیا تو آپ نے ایک بات کہی کہ میری ایک بات مان لیں کہ ’آپ کے ذاتی کام سب میں ہی کیا کروں گی، یعنی کپڑے دھلوانا استری کرنا، پگڑیوں کو مایہ وغیرہ دینا اور بے شمار چھوٹے چھوٹے کام بہت خوشی اور پیار سے کرتیں اور پھر یہ کام آپ نے ہمیشہ اتنی محنت اور پیار سے باقاعدگی کے ساتھ کئے کہ حضور کو کوئی تکلیف نہ اٹھانی پڑی کیونکہ حضور جماعت کے کاموں کی وجہ سے بہت زیادہ مصروف تھے اور یہ ضروری بھی تھا کہ آپ کے آرام کا ایسا خیال رکھا جائے کہ وقت ضائع نہ ہو۔

آپ کھانا بھی بہت مزے دار پکاتی تھیں۔ آپ کی ایک بہت نمایاں خوبی اپنے مال کی ہر طرح کی قربانی کرنا تھی۔ آپ کے شوہر گھر کے خرچ کے علاوہ آپ کو جیب خرچ بھی اپنے ذاتی استعمال کے لئے دیا کرتے تھے۔ آپ وہ سارا چندے میں دے دیتی تھیں۔ ہرمالی تحریک میں حصہ بھی لیتی تھیں یہاں تک کہ وصیت کا چندا ایک بتائین ادا کرتی تھیں۔ بے حد سلیقہ مند تھیں فضول خرچ بالکل نہ تھیں۔ پرانے جوڑوں کے اوپر لگے گوٹے اتار کر نئے کپڑوں پر لگا کر پہنتیں تو لوگ سمجھتے بہت قیمتی جوڑا پہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کی ایک قربانی کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ کے الفاظ کے ذریعے دنیا میں ہمیشہ کے لئے یادگار بنا دیا ہے۔ 1913ء میں اخبار الفضل کے اجراء کے موقع پر حضور فرماتے ہیں ’خدا تعالیٰ نے میری بیوی کے دل میں اسی طرح تحریک کی جس طرح حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی تحریک کی تھی۔ انہوں نے اس امر کو جانتے ہوئے کہ اخبار میں پیسہ لگانا ایسا ہی ہے جیسے کنویں میں پھینک دینا اور خصوصاً اس اخبار میں جس کا جاری کرنے والا محمود ہو جو اس زمانے میں شاید سب سے بڑا مزموم تھا اپنے دوزیور مجھے دے دے کہ انھیں فروخت کر کے اخبار جاری کر دوں۔ وہ بیوی جن کو میں نے اس وقت تک ایک سونے کی انگوٹھی بھی شاید بنا کر نہ دی ہے۔ اس کی یہ قربانی میرے دل پر نقش ہے اور اگر ان کی اور قربانیاں اور ہمدردیاں اور اپنی سختیاں اور تیزیاں میں نظر انداز بھی کر دوں تو ان کا

سلوک مجھے شرمندہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس حسن سلوک نے نہ صرف مجھے ہاتھ دیئے جن سے میں دین کی خدمت کرنے کے قابل ہوا اور میری زندگی کے ایک نئے باب کا ورق الٹ دیا۔ بلکہ ساری جماعت کی زندگی کے لئے بھی ایک بڑا سبب پیدا کر دیا۔ کیا یہی سچی بات ہے کہ عورت ایک خاموش کارکن ہوتی ہے۔ لوگ اس دوکان کو تو یاد رکھتے ہیں جہاں سے عطر خریدتے ہیں مگر اس گلاب کا کسی کو بھی خیال نہیں آتا جس نے مر کر ان کی خوشی کا سامان پیدا کیا ہو۔‘

1922ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قادیان میں احمدی عورتوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ’لجنہ اماء اللہ‘ یعنی اللہ کی لونڈیوں کی جماعت کی بنیاد رکھی۔ پہلے دن اس میں 14 عورتیں شامل ہوئیں ان سب کا ایک اجلاس ہوا جس میں حضورؑ نے بھی تقریر فرمائی اور ان سب کے نام نوٹ کرنے کے بعد یہ بتایا کہ ایک ممبر کو صدر بناؤ اور ایک سیکرٹری ہو جو باقاعدہ اجلاس کیا کریں۔ عورتوں کی تعلیم میں ترقی کے لئے کوشش کی جائے قرآن مجید سکھایا جائے اور دین سکھایا جائے وغیرہ۔ چنانچہ جب پہلا اجلاس ہوا اور حضرت اماں جانؑ کو سب نے صدر بنایا تو اماں جانؑ نے اپنی صدر والی کرسی پر حضرت ام ناصر یعنی محمودہ بیگم صاحبہ کو خود اپنے ہاتھ سے بٹھایا اور سب اس بات کو سمجھ گئے کہ اب سارے کام محمودہ بیگم صاحبہ کی صدارت میں ہوں گے۔ اللہ کے بے حد فضل اور احسان کے ساتھ انھوں نے اپنی وفات تک یعنی 36 سال تک اس عہدے پر کام کیا اور احمدی عورتوں کی بے حد خدمت کی۔ آپ نے اپنے گھر میں بہت سی عورتوں اور بچوں کو قرآن مجید اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور عربی سکھانے کی کلاسیں بھی لگائیں۔

آپ کو ہمیشہ سے مہمانوں کی خدمت کرنے اور خیال رکھنے کا بہت شوق تھا۔ دار المسیح میں جلسہ سالانہ کے موقع پر اکثر اتنے زیادہ مہمان ہوتے کہ 300 سے 400 تک لوگ ٹھہرتے تھے۔ ان کو ہر روز صبح سویرے ملازمین کے ساتھ اٹھ کر مہمانوں کو ان کے کمروں میں گرگرم چائے بھجواتیں اور فرماتیں کہ بے حد ٹھنڈ ہے یہ نہ ہو کہ کسی کو صبح چائے کی عادت ہو اور اس کو نہ ملنے سے تکلیف ہوتی ہو۔ مہمان کی چھوٹی سے چھوٹی ضرورتوں کا بہت خیال رکھتی تھی اور ہر وقت آپ کے گھر عورتوں کا ایک مجمع سالگاہ رہتا تھا۔ شاید ہی کوئی وقت ایسا ملتا کہ فارغ بیٹھ سکیں یہاں تک کہ جب ربوہ میں زندگی کے آخری سالوں میں کچھ بیمار تھیں احمدی خواتین صبح سے لے کر رات 12 بجے تک محبت اور شوق سے ملنے آتیں تو آپ بھی سب سے بہت پیار اور محبت سے ملاقات فرماتیں اور باوجود کمزوری کے تھکان کا اظہار نہ کرتیں۔

آپ بے حد دعا گو عبادت گزار اور ایک فرشتہ صفت انسان تھیں۔ اپنے بچوں کی نمازوں کا خاص خیال رکھتیں کہ وقت پر باقاعدگی سے نماز پڑھا کریں۔ آپ کی بڑی صاحبزادی حضرت سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ بیان کرتی ہیں ’مجھے یاد ہے جب میں چھوٹی تھی تو صبح کی نماز کے لیے جگاتی تھیں۔ اگر میں اٹھنے میں سستی کرتی تو پانی کے چھینٹے دے کر

صبح کی نماز کے لیے جگاتی تھیں۔۔۔ لڑکوں کو مسجد بھجواتی تھیں کہ جماعت کے ساتھ جاکر نماز پڑھیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو کئی بچے عطا فرمائے جن میں سے کچھ چھوٹی عمر میں فوت ہو گئے۔ سات بیٹوں اور دو بیٹیوں نے لمبی عمر پائی۔ آپ نبی کی بہو، ایک خلیفہ کی بیوی، ایک خلیفہ کی ماں، اور ایک خلیفہ کی نانی، بنیں اور وہ اس طرح کے شوہر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بیٹے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نواسہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت محمودہ بیگم صاحبہؓ کے درجات بلند فرمائے اور ان کی نسلوں میں ان تمام قربانیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کی تمام دعاؤں کا

نظم۔۔۔ دُعا

تویر مرزا۔۔۔ مسی ساگا ویسٹ

میرے مولا مجھے توفیق شناسائی بخش
نا اٹھوں حشر کے اندھوں میں کہ بینائی بخش
اے میرے شافی تُو اک نظر شفا ڈال ادھر
نفس بیمار کو اعجازِ مسیحائی بخش

آتشِ عشق تیری مجھ کو فنا کر ڈالے
اپنی چاہت میں دیوانہ دلِ سودائی بخش

قلبِ مضطرب تیرے پانے کو کرے آہ و بکا
شورِ زاری سے مڑیں ہو وہ تنہائی بخش

دے مقابل پہ عدو کے یدِ بیضاء کا ہنر
نفسِ موسیٰ ہو عطا قوتِ گویائی بخش

میں تیرے وصل کے گر سمجھوں کہ کر فہم عطا
عمل کو قرب کی راہوں کی شناسائی بخش

ہو تیری حمد کی خوشبو سے معطر میرا گھر
میرے آگن کو بہاروں بھری رعنائی بخش

میری اولاد کو اخلاص کے موتی ہوں عطا
پاک بازی کا ہنر دولتِ سچائی بخش

ہوں تیرے ذکر سے لبریز وہ کر لمحے عطا
اپنی مدحت کے مدھر گیتوں کی شنوائی بخش

اپنی رحمت کے سمندر میں سمولے مجھ کو
دُوب کر پھر نہ ابھریاؤں وہ گہرائی بخش

جوابات: ایک خاص تھیم کے الفاظ ڈھونڈیں

سوٹ، روزہ، افطاری، پکوڑہ، سموسہ، نماز

حضرت سیدہ امتہ الحئی بیگم صاحبہؓ

امتہ الباقی

ہملٹن ماؤنٹین

لباس پہنتی تھیں اور اپنے والد ماجد کی ہدایت پر ہر وقت سر ڈھانپ کر رکھتی تھیں۔
(تادیب النساء، جلد 3، صفحہ 6)

حصول علم کا شوق بہت زیادہ تھا۔ باقاعدہ اپنے والد صاحب کے درس القرآن میں شامل ہوتی تھیں۔ آپ مسجد کے علاوہ گھر میں بھی خواتین کے لئے درس دیا کرتے تھے۔ مارچ 1914ء میں حضرت خلیفہ اولؒ کی وفات سے اگلے روز آپ نے حضرت خلیفہ ثانیؒ کو ایک خط تحریر کیا اس میں لکھا کہ میرے والد صاحب نے اپنی وفات سے دو دن قبل فرمایا تھا کہ میرے بعد اگر میاں صاحب خلیفہ بنیں تو ان کو میری طرف سے کہہ دینا کہ عورتوں میں درس جاری رکھیں۔

(تاریخ لجنہ جلد اول، صفحہ 22-23)

آپ کے قرآن پاک سے محبت کے اس جذبے نے حضور کو بہت متاثر کیا اور انہوں نے آپ کے لیے رشتہ کا پیغام بھیجا۔ اس طرح 31 مئی 1914ء میں نہایت سادگی کے ساتھ آپ کی شادی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؒ ہو گئی۔ اس ضمن میں ایک واقعہ تاریخ میں درج ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے کسی شخص کو اس کی بیٹی کے لئے کوئی رشتہ تجویز کیا تو اس کو پسند نہ آیا۔ یہ سن کر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؒ نے کہا اگر میری بیٹی کا رشتہ حضور 100 سال کے بڑھے سے بھی کر دیں تو مجھے کوئی عذر نہیں ہو گا۔ ایک اور جگہ فرمایا اگر حضرت صاحب میری بیٹی کا رشتہ کسی چوڑے سے بھی کر دیں گے تو کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔

(تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ 614)

اللہ تعالیٰ کو آپ کی اطاعت کا یہ جذبہ اتنا پسند آیا کہ اس نے آپ کی بیٹی کو خواتین مبارکہ میں شامل کرنا مقدر کر دیا۔ شادی کے بعد آپ کا اوڑھنا بچھونا خواتین کے لئے تعلیم کا حصول ہو گیا۔ گھر گھر مدرسے کھل گئے بلکہ آپ کا اپنا گھر ایک سکول کا منظر پیش کرتا تھا۔ آپ مضامین لکھتی تھیں اور شعر و شاعری سے بھی شغف تھا۔ ایک دفعہ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ کو کہا کہ عورتوں کو پڑھانا بہت ضروری ہے۔ ان کو خدمت دین کے لئے تیار کرنے کے لئے ایک تنظیم کی ضرورت ہے۔ حضور نے آپ کی اس بات پر غور کرنا شروع کیا اور 1922ء میں

خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے امام مسیح الزمان سے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ اپنے فضل سے ان کو خواتین مبارکہ عطا فرمائے گا یعنی نیک اور برکت والی خواتین دے گا جو نیک نسلوں کی مائیں ہوں گی اور ان سے نیکی کے بہت سے چراغ روشن ہوں گے اور ہر طرف علم کی روشنی پھیلے گی۔ (تذکرہ صفحہ 179-180)

سیدہ امتہ الحئی بیگم صاحبہؓ کا شمار بھی انہی خواتین مبارکہ میں ہوتا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہو بن کر ان کے گھر آئیں۔ آپ کے والد ماجد کا نام حضرت حکیم مولوی نور الدین (حضرت خلیفۃ المسیح الاولؒ) اور والدہ محترمہ کا نام صغریٰ بی بی صاحبہ تھا جو کہ حضرت صوفی احمد جان صاحب کی بیٹی تھیں جن کے گھر 23 مارچ 1889ء کو پہلی بیعت لی گئی تھی۔ صغریٰ بی بی صاحبہ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ جیسا کہ مردوں میں سب سے پہلے ان کے شوہر محترم حضرت حکیم مولوی نور الدین نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اسی طرح صغریٰ بیگم صاحبہ نے عورتوں میں سب سے پہلے بیعت کا شرف حاصل کیا تھا۔ آپ کو جماعت میں حضرت اماں جی کہا جاتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت اماں جان نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ اپنے آپ کو بیعت میں ہی شامل سمجھتی تھیں کیونکہ ان کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سب دعاوی پر پورا ایمان اور یقین تھا اس لیے انہوں نے علیحدہ بیعت نہیں کی تھی۔

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 173)

اس نیک اور مقدس جوڑے کے گھر یکم اگست 1901ء کو سیدہ امتہ الحئی بیگم صاحبہؓ کی ولادت ہوئی۔ ان دنوں یہ خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے گھر ”الدار“ میں مقیم تھا۔ حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحب کا زیادہ وقت حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں بسر ہوتا اور اکثر یہ بچی ساتھ ہوتی۔ گویا 1908ء تک آپ خدا کے مسیح کی تربیت میں رہیں۔ پھر 1914ء تک اپنے عاشق قرآن باپ سے دین کا علم حاصل کیا۔ آپ نے قرآن اپنے والد صاحب سے پڑھا اور نو سال کی عمر میں آپ کی آمین ہوئی۔ اس خوشی میں آپ کی والدہ نے مدرسۃ البنات کی بچیوں میں شیرینی باٹی۔ آپ کو بچپن سے ہی عام لڑکیوں کی طرح بننے سنورنے کا شوق نہیں تھا۔ اکثر سفید

کیا۔ نیز لجنہ اماء اللہ نے امتہ الحئی لا بھیری قائم کی تاکہ آپ کے علمی ذوق کو زندہ رکھا جائے۔

آپ نے اپنی نہایت ہی مختصر زندگی میں اپنی اولاد کی بہت اچھی تربیت کی۔ نماز کے لئے ساتھ کھڑا کرتیں۔ دوپٹہ اوڑھا کر کہتیں بِسْمِ اللہ پڑھتی جاؤ یا کہتیں جیسے اگلی صف والے کر رہے ہیں ویسے ہی کرتی جاؤ۔ سونے سے قبل بچیوں کو دینی لوریاں سناتیں اور درشمنین کے اشعار یاد کر کے حضرت اماں جان کو کہتیں میری بلبل سے نظم سنیں۔ قاعدہ خود شروع کرایا اور بچیوں کو بڑوں کا ادب کرنا سکھایا اور کہتیں کسی کا بھی نام نہیں لینا۔ سب کو عزت سے مخاطب کرو۔ غریبوں اور خادموں کا بہت خیال رکھتیں۔ خادماؤں کے ساتھ نرمی کا سلوک کرتیں۔ زندگی بہت سادگی سے بسر کی۔ لوگوں کی دلداری کا بڑا سلیقہ تھا۔ مہمان نوازاں قدر تھیں کہ اکثر اپنا کمرہ بھی مہمانوں کو پیش کر دیتیں۔ غرضیکہ آپ بہت خوبیوں کی مالک تھیں۔ مختصر سی عمر میں بہت کام کر گئیں۔ لجنہ کی تاریخ میں ہمیشہ آپ کا نام روشن رہے گا۔

اللہ تعالیٰ اس نیک سیرت اور درویش صفت، مقدس خاتون کے درجات بلند فرمائے۔ اور احمدی خواتین کے لئے ان کی خواہشات کو پورا فرمائے۔ آخر میں ان کا ہی ایک شعر درج کرتی ہوں۔

غفلت میں پڑا ہے کیوں اٹھ کام سنبھال اپنا
دنیا کے کناروں تک اک حشر پکا کر دے

حضرت سیدہ امتہ الحئی صاحبہؓ کی صاحبزادی امتہ القیوم صاحبہ بھی اپنی والدہ کے علمی ذوق اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کرنے کی ایک زندہ مثال تھیں۔

صاحبزادی امتہ القیوم صاحبہ کے حوالے سے اُن کی وفات کے بعد خطبہ جمعہ میں ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں

”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا بھی بڑا وسیع

مطالعہ تھا۔ کسی نے مجھے بتایا کہ 7 مرتبہ انہوں نے ہر کتاب پڑھی تھی لیکن ظاہر احمد نے مجھے بتایا کہ انہوں نے مجھے کہا کہ میں 9 مرتبہ یہ کتابیں پڑھ چکی ہوں۔“ (خطبہ جمعہ فرمودہ 26 جون 2009ء)

باقاعدہ اغراض و مقاصد ترتیب دے کر احمدی خواتین کی تنظیم لجنہ اماء اللہ کے نام سے بنانے کا اعلان کیا۔ آپ اسکی پہلی جنرل سیکرٹری بنائی گئیں۔ اس سے قبل 1917ء میں آپ کی تجویز پر عورتوں کے لئے جلسہ میں الگ پروگرام بھی رکھا گیا۔ 1922ء میں پہلی دفعہ جلسہ سالانہ کے لئے داخلہ ٹکٹ کا اجراء کیا گیا۔ اور 1923ء میں پہلی بار جلسہ سالانہ کے لئے کارکنات کی ڈیوٹیوں کا نقشہ بنایا گیا جس میں ڈیوٹی دینے والی 60 لجنات شامل کی گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو 2 بیٹیوں اور ایک بیٹے سے نوازا۔

صاحبزادی امتہ القیوم صاحبہ 1916ء میں پیدا ہوئیں۔ آپ کی شادی مرزا مظفر احمد صاحب ابن صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سے ہوئی جو ایم ایم احمد کے نام سے مشہور ہیں۔

صاحبزادی امتہ الرشید صاحبہ کی ولادت 1918ء میں ہوئی اور ان کی شادی میاں عبد الرحیم احمد صاحب کے ساتھ ہوئی۔

صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب 10 نومبر 1924ء کو پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش پر آپ شدید بیمار ہو گئیں اور اسی بیماری میں 10 دسمبر 1924ء کو 23 برس کی عمر میں وفات پا گئیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ دورہ یورپ پر گئے ہوئے تھے۔ آپ کی واپسی سے اگلے دن آپ نے اس فانی دنیا سے کوچ کیا۔

اتنی چھوٹی عمر میں آپ نے سب کو اپنا گرویدہ کر لیا تھا۔ حضرت اماں جان کے چھوٹے چھوٹے کام بھی اپنے ذمہ لئے ہوئے تھے۔ سسرال میں سب سے محبت اور عزت سے پیش آتی تھیں۔ حضور کو آپ کی وفات سے بہت دکھ پہنچا۔ ایک دفعہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے ”روحیں ایک دوسرے سے وابستہ ہوتی ہیں اور میں سمجھتا ہوں میری روح کو امتہ الحئی کی روح سے ایک پیوستگی حاصل تھی۔“

نیز فرمایا

”میں نے عمر بھر کوئی کامیاب اور خوش کرنے والی شادی نہیں دیکھی جیسی میری یہ شادی تھی۔“ (الفضل 18 اپریل 1925ء صفحہ 514)

گویا اس نیک بی بی کا ساتھ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے مطابق تھا کہ

إِنَّمَا الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَلَيْسَ مِنْ مَتَاعِ الدُّنْيَا شَيْءٌ أَفْضَلُ مِنَ الْمَرْأَةِ الصَّالِحَةِ۔ (ابن ماجہ ابواب النکاح باب افضل النساء)

یعنی دنیا تو زیست کا سامان ہے اور نیک عورت سے بڑھ کر کوئی سامان زیست نہیں۔ آپ کی یاد میں حضور نے 17 مارچ 1925ء کو دارالمسح میں مدرسۃ الخواتین شروع

حضرت سیدہ مریم بیگم صاحبہؑ، اُمّ طاہر

آنسہ طاہرہ مسعود ہارٹ لیک ویسٹ بریمپٹن اوٹارو کینیڈا

سال کے تھے بیمار ہوئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان کے متعلق ایک خواب آئی کہ ان کی شادی ہو رہی ہے۔ جس کی وجہ سے حضورؑ بہت پریشان ہوئے۔ تب حضورؑ نے اپنا خواب پورا کرنے کے لیے عملاً مبارک احمد کا نکاح حضرت مریم سیدۃ النساء سے کر دیا تھا۔ اُس وقت حضرت مریم النساء صاحبہ کی عمر ڈھائی سال کی تھی۔ یہ بھی ڈاکٹر عبدالستار صاحبؒ کی حضور علیہ السلام سے محبت اور عقیدت کو ظاہر کرتا ہے لیکن بقضائے الہی مبارک احمد وفات پا گئے۔ جس پر آپؑ نے حضرت اماں جانؑ سے فرمایا کہ انشاء اللہ اس بچی کا رشتہ ہم اپنے کسی دوسرے بیٹے سے کر دیں گے۔ بعد میں سات فروری 1921 میں حضرت اُمّ طاہر کی شادی حضرت مصلح موعودؑ سے ہوئی۔ آپؑ ان کی تیسری بیوی تھیں۔ مزید یہ کہ اس بابرکت رشتے کی وجہ سے ایک خلیفہ کی بیوی اور ایک خلیفہ (حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ) کی والدہ کہلائیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپؑ رضی اللہ عنہا کو عظیم الشان مراتب سے نوازا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُمّ طاہر قرآن کریم بڑی خوش الحانی سے پڑھتی تھیں۔ علمی باتوں کو بہت پسند کرتیں اور ان کو خوب سمجھتیں۔ حضورؑ جب خطبہ دے کر گھر آتے تو ان کا چہرہ دمک رہا ہوتا۔ آپؑ خوشی سے نہال نظر آتیں۔ بہت تعریفیں کرتیں۔ آپؑ نہایت نازک اور نفیس طبیعت کی تھیں۔ گو اکثر آپؑ کی طبیعت ناساز رہتی تاہم جب جماعت کا کام ہوتا تو آپؑ میں نہ جانے کہاں سے طاقت آجاتی اور آپؑ کام میں جُت جاتیں۔ اپنے بچوں اور اپنی بیماری کو بھول جاتیں۔ کام مکمل ہو جاتا تو بعد میں پیٹ کے درم کی وجہ سے گرم پانی کی بوتلیں رکھنی پڑتیں۔ مگر آپؑ کو اسکی پرواہ نہ ہوتی۔ آپؑ بچپن سے ہی نہایت خدمت گزار، رحم دل اور سخی تھیں۔ آپؑ کا دل خدا اور رسول کی محبت سے لبریز تھا۔ وفات سے ایک سال پہلے ڈیہوڑی میں تھیں کہ رمضان میں خانساں گھی کم ہونے کی وجہ سے سب لوگوں کے لیے سحری میں پراٹھے نہ بنا سکتا تھا۔ ان دنوں مالی تنگی تھی۔ جب ماشکی نے شکایت کی کہ سوکھی روٹی سے روزہ رکھنا مشکل ہوتا

حضرت اُمّ طاہر رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی پڑھے تو ان پر رشک آنے لگا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کون سے لکھوں اور کون سے چھوڑوں ایک سے ایک ایمان افروز، قابلِ تقلید واقعات ہیں۔ آپؑ حقیقت میں عظیم الشان اخلاق و عادات کا مرتفع تھیں۔

حضرت اُمّ طاہر رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت بمقام رعیہ ضلع سیالکوٹ 1905 میں ہوئی۔ آپؑ ایک نہایت مخلص خاندان سے تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپؑ کے خاندان کو "بہشتی بُر" کہا کرتے تھے۔ آپؑ کا نام سیدہ مریم النساء تھا۔ آپؑ کے والد محترم کا نام ڈاکٹر عبدالستار صاحب اور والدہ کا نام سیدۃ النساء تھا۔ ان کی خوبیوں کی بناء پر ان کو بچپن سے ہی "پارسا" کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ آپؑ نے خواب کی بناء پر بیعت کی۔

آپؑ کے والد ماجد ڈاکٹر عبدالستار شاہ صاحب ایک بار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ملنے آئے تو حضور علیہ السلام چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ آپؑ حضور علیہ السلام کے قدموں میں بیٹھ گئے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ آپؑ تو سید ہیں آپؑ ہمارے پاس چارپائی پر بیٹھیے۔ ایک موقع پر آپؑ علیہ السلام نے حضرت ڈاکٹر عبدالستار صاحب کو فرمایا کہ آپؑ سے ہمارے تین تعلق ہیں۔ ایک یہ کہ آپؑ ہمارے مرید ہیں دوسرے یہ کہ آپؑ سادات سے ہیں اور ایک تیسرا تعلق بھی ہے۔ اس پر حضور علیہ السلام خاموش رہے۔ یہ تعلق بعد میں حضرت سیدہ مریم النساء کے حضرت مصلح موعودؑ سے عقد میں آنے سے قائم ہوا۔

جب حضرت اُمّ طاہر رضی اللہ عنہا کی پیدائش ہوئی تھی تو آپؑ کے والد ڈاکٹر سید عبدالستار صاحبؒ کو الہام ہوا کہ لڑکا ہو گا۔ آپؑ نے "بابا اندر" نامی اپنے ایک ملازم کو یہ الہام سنایا۔ لیکن جب لڑکی ہوئی تو حیران ہوئے کہ شاید مجھے الہام سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔ تب وہ ملازم کہنے لگے کہ ہو سکتا ہے یہ لڑکی بیٹوں سے بھی بڑھ کر ہو۔ چنانچہ یہی ہوا۔ آپؑ کو حضرت مسیح موعودؑ کی دوبارہ ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیٹے مبارک احمد جو آٹھ

ہے تو آپ نے پراٹھے بنانے کی ذمہ داری خود لے لی اور اسی گھی میں سب کے پراٹھے بنا لیتیں۔ فرمایا کہ میں یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ لوگ سوکھی روٹی سے روزہ رکھیں۔

سبحان اللہ ایک ملازم کے روزے پورے کروانے کے لیے آپ نے اپنی صحت کی پرواہ نہیں کی۔ اس میں ہم خواتین کے لیے کتنا بڑا سبق ہے کہ گھر والوں کی صحت اور خواہش کے لیے اگر ہمیں تھوڑی تکلیف بھی برداشت کرنی پڑے تو کر لینی چاہیے۔ آپ کو گھر میں بھینسیں رکھنے کا شوق تھا۔ جس سے غریبوں کو مفت لسی دیتیں اور اس میں مکھن بھی ڈال کر دیا کرتی تھیں۔

آپ کے صاحبزادے حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعی اپنی والدہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اُن کو یہ اشعار بہت پسند تھے

بلغ العلیٰ بکمالہ کشف الدجاء بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ صلّوا علیہ وآلہ

آپ خود بھی یہ اشعار خوش الحانی سے پڑھتیں اور بچوں سے بھی پڑھواتیں۔ حضور نے ایم ٹی اے کے لیے خود بھی یہ نعتیہ اشعار بہت پیارے انداز سے پڑھے ہیں۔ حضرت اُمّ طاہرہ کو حضرت مسیح موعود کا بہت گہرا احترام تھا باوجود ان کی بہو ہونے کے خود کو ان کی اولاد سے کم مرتبہ سمجھتیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار آپ نے حضرت اُمّ طاہرہؓ کو جب یہ حدیث سنائی کہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت دل میں رکھتا ہو گا تو اگر اس میں کچھ کمزوریاں بھی ہوں گی تو وہ اپنی محبوب ہستیوں سے جدا نہیں کیا جائے گا۔ تو حضرت اُمّ طاہرہ رضی اللہ عنہ کا چہرہ خوشی سے دکنے لگا کہ میرا دل بھی ان کی محبت سے سرشار رہتا ہے۔ آپ کو قرآن کریم سے بے حد محبت تھی۔ نہایت خوش الحانی سے اسکی تلاوت کرتی تھیں۔

آپ جماعت کی کسی بھی تحریک میں حصہ لے کر لجنات میں ایک غیر معمولی حرکت و جذبہ پیدا کر دیتیں۔ مولوی عبد الرحیم درد صاحب جو امام جماعت لندن ہوا کرتے تھے نے ایک بار فرمایا کہ اگر اُمّ طاہرہ لجنہ کا جھنڈا بنانے میں دلچسپی نہ لیتیں تو یہ جھنڈا ہر گز نہ بنتا۔ اس کا ڈیزائن انہوں نے خود حضور سے منظور کروایا اور پھر انہیں کے زور دینے پر اس کو تیار کیا گیا۔

خدمت خلق کا بہت شوق اور جذبہ تھا۔ آخری دنوں میں یہی خواہش تھی کہ اگر خدا صحت دے تو میں جماعت کی خدمت میں اگر کوئی کمی رہ گئی ہو تو اسکو پورا کر سکوں۔ یتیمی، مساکین، مصیبت زدگان، بیماروں اور بے بسوں کو دیکھتیں تو بے چین ہو جاتی تھیں۔ ان کے پاس ضرور تمندوں کا تانٹا لگا رہتا تھا۔ وہ صرف اُمّ طاہرہ ہی نہیں تھیں بلکہ بہت سی بیواؤں اور یتیمی کی ماں تھی۔ بلکہ وہ اُمّ المساکین اور اُمّ

الیتامی تھیں۔ آپ نے حضرت مصلح موعودؑ کی حرم امتہ الحیٰ صاحبہؑ کی وفات کے بعد ان کے بچوں کو مادرِ مہربان کی طرح اپنی آغوشِ عاطفت میں لے لیا۔ آپ کی عمر اُس وقت محض اُنیس سال کی تھی۔

آپ کی مالی قربانیاں مثالی تھیں۔ 1923 میں آپ نے اپنا حق مہر ایک ہزار روپیہ نقد جماعت میں دے دیا۔ اُن وقتوں میں یہ ایک بڑی رقم تھی اور اس میں سونے کے تین سیٹ تو آرام سے بن سکتے تھے۔ یہی نہیں آپ نے اپنے زیور میں سے چھٹے اور ترکہ میں سے دسویں حصے کی وصیت کی جو بعد میں بڑھا کر ایک تہائی کر دی۔ مسجد فضل لندن کے لیے زیور سمیت ڈیڑھ سو روپیہ ادا کیا۔ بعد میں مرمت کی مد میں بھی مالی حصہ لیا۔ دوسری جنگِ عظیم میں حضرت مصلح موعودؑ کی غلہ پیش کرنے کی تحریک پر آپ نے پانچ من غلہ فراہم کیا۔

آپ کی وفات 5 مارچ 1944ء میں ہوئی۔ آپ کی خواہش تھی کہ میں آخرت میں بھی خاندانِ مسیح موعودؑ کا حصہ بن کر رہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس خواہش کو پورا فرمایا اور آپ کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار اقدس کے بہت قریب قطع خاص میں تدفین ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مزار کو اپنے انوار سے معمور رکھے اور آپ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

اقوال زریں

از امتہ السلام انور۔۔۔۔۔ کیلگری میکانائیڈ

* تین رشتے بے نقاب ہوتے ہیں

بڑھاپے میں۔۔۔ اولاد

مصیبت میں۔۔۔۔۔ دوست

غربت میں۔۔۔۔۔ بیوی

* جو خاموشی کی زبان سمجھے وہ لفظوں کا بیان بھی نہیں جانتے

* ہر بات میں ہاں میں ہاں ملانا کمزوریِ کردار کی دلیل ہے۔

* زبان کا وزن بہت ہلکا ہوتا ہے مگر اسے سنبھالتے بہت کم لوگ ہیں۔

* مؤمن کے لئے ہر وہ دن عید کا ہے جس دن وہ کوئی گناہ نہ کرے۔

* اخلاق ایک کان ہے اور زبان اس کا تالا۔ تالا کھلتا ہے تو پیہ چلتا ہے کان

سونے کی ہے یا کوئلے کی۔

سیرت حضرت سیدہ اُمّ طاہرہ صاحبہؓ

منزلہ ولی سنوری
مسجد مبارک۔ بریکسٹن

نکاح اول:

حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے جو 14 جون 1899ء کو پیدا ہوئے اور حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت اماں جانؓ کو بہت ہی پیارے تھے۔ 1907ء میں وہ سخت بیمار ہو گئے۔ ٹائیفائیڈ کا شدید حملہ ہوا اور زندگی کی کوئی امید باقی نہ رہی اُس وقت دو ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین اور ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب اُن کا علاج کرتے رہے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؒ بھی اُن دونوں کے ساتھ علاج میں شامل تھے مگر بیماری بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ انہی دنوں کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ مبارک احمد کی شادی ہو رہی ہے۔ تعبیر الروایا کے لحاظ سے تو اس کا مطلب موت ہے مگر بعض تعبیر کرنے والوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ اگر ایسے خواب کو ظاہری شکل میں پورا کر دیا جائے تو بعض اوقات تعبیر ٹل جایا کرتی ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ”آؤ مبارک احمد کی شادی کر دیں۔“ جس وقت یہ باتیں ہو رہی تھیں اچانک اتفاقاً حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحبؒ کی بیگم صاحبہ صحن میں نظر آئیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُن کو بلایا اور فرمایا ”ہمارا منشاء ہے کہ مبارک احمد کی شادی کر دیں۔ آپ کی لڑکی ”مریم“ ہے اگر آپ پسند کریں تو اُس سے مبارک احمد کی شادی کر دی جائے۔ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ حضور مجھے کوئی عذر نہیں لیکن میں ڈاکٹر صاحب سے بھی پوچھ لوں۔ ڈاکٹر صاحب اس وقت باہر گئے ہوئے ہیں۔ جب وہ آئے تو انہوں نے بات کچھ اس طرح شروع کی کہ ”اللہ تعالیٰ کے دین میں جب کوئی داخل ہوتا ہے تو اُس کے ایمان کی آزمائش بھی ہوتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ آپ کے امتحان کی آزمائش کرے تو کیا آپ کامیاب رہیں گے؟“

ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ استقامت عطا کرے گا۔ اس پر والدہ صاحبہ مریم بیگم نے اُن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بات بتائی کہ اس طرح میں حضورؑ کے گھر گئی تھی اور انہوں نے فرمایا ہے کہ مریم کی شادی مبارک احمد سے کر دیں۔ یہ بات سُن کر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ اچھی بات ہے اگر حضرت مسیح موعودؑ کو یہ بات پسند ہے تو ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اُن کا یہ جواب سن کر والدہ صاحبہ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہو گئے۔ اس پر ڈاکٹر صاحب نے پوچھا کہ کیا ہوا تم کو یہ تعلق پسند نہیں۔ انہوں نے کہا مجھے پسند ہے بات یہ ہے کہ جب سے حضرت مسیح موعودؑ نے نکاح کا ارشاد فرمایا تھا میرا دل دھڑک رہا تھا اور میں ڈرتی تھی کہ کہیں آپ کا

تعارف:

حضرت سیدہ مریم النساء اُمّ طاہرہ صاحبہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؒ کی تیسری بیوی تھیں۔ آپ کے بارہ میں حضرت سیدہ نواب مبارک بیگم صاحبہ تحریر فرماتی ہیں

”مریم بیگم مرحومہ ہمارے گھر بہو بن کر آئیں اور بیٹی بن کر رہیں۔ حضرت اماں جانؓ کی بہت تابعدار اور چاہنے والی، جاثار، خدمت گزار اور ہم سب بہن بھائیوں سے بلا مبالغہ عاشقانہ محبت رکھنے والی اپنے شوہر نامدار حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ کی دل و جان سے شیداء ہنس لکھ، گھر کی رونق، سب عزیزوں سے، اپنی سب اولاد سے دلی تعلق یعنی جو دوسری بیویوں کے بطن سے اولاد تھی ان کی بھی یہی خواہ اور دل سے محبت کرنیوالی عظیم ہستی تھیں۔“

محبت تھی مجسم تھی میری مریم چلی ہے پیار خالق سے بڑھانے

(سیرت اُمّ طاہرہ صفحہ 1)

حسب ونسب:

حضرت سیدہ اُمّ طاہرہ صاحبہ پاک طینت اور پارسا والدین کے ہاں پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب نے 1901ء میں احمدیت قبول کی تھی۔ آپ راضی برضا، متوکل، عابد و زاہد اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب خود فرماتے تھے کہ میں حضورؑ کی مجلس میں نیچے پوری پر بیٹھ گیا۔ حضورؑ کی نظر پڑی تو بار بار اصرار سے کہہ کر مجھے چارپائی پر بٹھایا اور فرمایا چونکہ آپ سید ہیں اس لئے ہم کو آپ کا احترام منظور ہے۔ مجھے یہ سُن کر خوشی ہوئی کہ یقینی سید ہونے کا علم ہو گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں اپنے گھر کے متعلق فرمایا کہ یہ آپ کا گھر ہے آپ کو جو ضرورت ہو بغیر تکلف کے مجھے اطلاع دیں اور (3) تین تعلقات کا ذکر فرمایا۔ آپ کی والدہ ماجدہ صاحبہ نے بھی ایک روایا کی بناء پر بیعت کی۔ آپ بچپن سے ہی پارسا کے لقب سے مشہور تھیں۔ تہجد گزار، دن رات دُعائیں اور عبادت کرنے والی خاتون تھیں۔ (سیرت اُمّ طاہرہ صفحہ 2-3)

بہن بھائی:

حضرت سیدہ اُمّ طاہرہ صاحبہ (3) تین بہنیں اور (5) پانچ بھائی تھے۔ آپ کے (3) تین بھائی بفضل خدا حافظ قرآن تھے۔ سب ہی مخلص، متقی، پرہیزگار اور خادم دین تھے۔ آپ اپنے بھائیوں میں سے سب سے چھوٹی تھیں۔ (سیرت اُمّ طاہرہ صفحہ 3)

ایمان ضائع نہ ہو جائے اور اب آپ کا یہ جواب سن کر میں خوشی سے اپنے آنسو نہ روک سکی۔

چنانچہ یہ نکاح ہو گیا مگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ صادر ہو چکا تھا اور نکاح کے چند دنوں کے بعد حضرت مرزا مبارک احمد صاحب وفات پا گئے اور ننھی مریم اڑھائی سال کی عمر میں ہی بیوہ ہو گئی۔ مگر اللہ تعالیٰ کسی کے اخلاص کو ضائع نہیں کرتا۔ آخر وہی مریم حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان میں بہو بن کر آئی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ کی بیگم بنی اور یہی وہ مریم ہیں جن کے بطن سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ جیسے عظیم بیٹے نے جنم لیا۔

(سیرت اُم طاهر صفحہ 5-7)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ سے نکاح

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب جو حضرت مسیح موعودؑ کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ فرماتے ہیں

”جب مبارک احمد بقضائے الہی فوت ہو گیا تو حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت اماں جانؑ کو وصیت فرمائی کہ یہ لڑکی اب ہمارے نام کی ہو چکی ہے اسے اب کسی دوسری جگہ نہ جانے دینا بلکہ ہمارے تینوں لڑکوں میں سے ہی کوئی اس سے شادی کرے۔“

چنانچہ بمطابق وصیت اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؒ کو اوائل 1921ء میں ہی توفیق فرمائی کہ آپ نے انہیں اپنے ساتھ عقد زوجیت میں منسلک کر لیا اور اس طرح ہماری یہ بہن حضرت مسیح موعودؑ کے گھر دوسری بہو بن کر آئیں۔ (تابعین اصحاب احمد جلد 3 صفحہ 293)

اخبار الفضل میں اس مبارک نکاح کا اعلان اس طرح شائع ہوا

”7 فروری بروز 2 شنبہ بعد نماز فجر مسجد مبارک میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ کا نکاح مبارک ہوا۔ سیدنا حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب نے نہایت دلکش انداز میں لطیف طریقہ پر پڑھا۔ مہر ایک ہزار روپیہ مقرر ہوا۔“

ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب فرماتے ہیں ”نکاح کا دن نہایت مبارک اور خوشی کا دن تھا۔ اعلان نکاح کے بعد بکثرت احباب طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک تقریباً تمام دن ولولے کے ساتھ جمع رہے اور اس خوشی کے لمحات احمدی احباب کے قلوب پر گہرا اثر رکھنے والے تھے۔ بہت سے دوستوں نے خوش الحانی سے نظمیں پڑھیں ان میں اول نمبر حضرت مولوی عبد الرحیم صاحب درد کا تھا جنہوں نے ”محمود کی آمین“ والی ساری نظم سنائی۔“

جتنی خوشی اور مسرت کا سماں نکاح والے دن تھا۔ آپ کا زہنتانہ اتنی ہی سادگی سے ہوا۔ مقررہ دن حضرت اماں جانؑ ڈاکٹر صاحب کے گھر تشریف لے گئیں اور دلہن کو اپنے ہمراہ دارالمسح لے آئیں۔“ (تابعین اصحاب احمد جلد سوم صفحہ 294)

ناز و نعم میں پلی سب بہن بھائیوں اور ماں باپ کی لاڈلی شہزادی حسین اخلاق سے مزین خلیفہ وقت کی زندگی کی اعلیٰ ترین ساحتی ثابت ہوئیں۔ انتہائی پیار، خلوص و محبت سے تمام ذمہ داریوں کو احسن رنگ میں ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

سیرت مبارکہ

”حضرت سیدہ اُم طاهر صاحبہ بچپن سے ہی نہایت رحم دل، سخی اور خدمت گزار ہستی تھیں۔ چھوٹے ہونے کے باعث ماں باپ اور بہن بھائیوں کی بے حد لاڈلی تھیں مگر اس لاڈ پیار کے باوجود آپ کی نیک فطرت میں کوئی فرق نہ آیا۔ عام طور پر اگر کوئی بچہ بہت لاڈلا ہوتا ہے تو زیادہ لاڈ پیار کے باعث اس کی عادات بگڑ جاتی ہیں مگر عمر کے ساتھ آپ کی خوبیاں اور زیادہ نمایاں ہوتی گئیں۔ آپ کے دل میں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ سے بھی عشق کی حد تک پیار تھا۔

خود آپ کے صاحبزادے حضرت مرزا طاهر احمد صاحب فرماتے ہیں

”آنحضرت صلعم کی تعریف میں آپ کو یہ رُباعی بہت پسند تھی اور رات کو بستر پر لیٹے ہوئے کئی دفعہ دھیمی آواز میں ترنم سے پڑھا کرتی تھیں۔ اور مجھے بھی مترنم آواز میں ساتھ پڑھوا کر یاد کرواتی تھیں“

بَلَّغِ الْعُلَى بِكَمَالٍ كَشَفَ الدُّجَا بِجَمَالٍ
حَسَنَتْ جَمِيعُ خُصَالٍ صَلَّوْا عَلَيْهِ وَآلِهِ

(تابعین اصحاب احمد جلد سوم صفحہ 211)

”مریم ایک بہادر دل کی عورت تھیں۔ جب کوئی نازک موقعہ آتا میں یقین کے ساتھ اُن پر اعتبار کر سکتا تھا۔ اُن کی نسوانی کمزوری اُس وقت دب جاتی تھی۔ چہرہ پر استقلال اور عزم کے آثار پائے جاتے تھے اور دیکھنے والا کہہ سکتا تھا کہ اب موت یا کامیابی کے سوا اس عورت کے سامنے کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ مر جائے گی مگر کام سے پیچھے نہ ہٹے گی ضرورت کے وقت راتوں اس محبوبہ نے میرے ساتھ کام کیا ہے اور تھکان کی شکایت نہ کی۔ انہیں صرف اتنا ہی کہنا کافی ہوتا تھا کہ یہ سلسلہ کا کام ہے، یہ سلسلہ کے لئے کوئی بدنامی یا خطرہ ہے تو وہ شیر کی طرح لپک کر کھڑی ہو جاتیں اور بھول جاتی تھیں اپنے آپ کو، اپنے کھانے پینے کو، اپنے بچوں کو، بلکہ مجھے بھی بھول جاتی تھیں۔ اور انہیں صرف وہ کام ہی یاد رہ جاتا تھا اور اس کے بعد جب کام ختم ہو جاتا تو وہ ہوتیں اور گرم پانی کی بوتلیں جن میں لپٹی ہوئی وہ اپنے درد کرنے والے جسم اور متورم پیٹ کو چاروں طرف سے ڈھانپنے ہوئے لیٹ جاتیں کہ دیکھنے والا سمجھتا کہ یہ عورت ابھی کوئی بڑا آپریشن کروا کر ہسپتال سے آئی ہے اور وہ کام اُن کے بیمار جسم کے لیے واقعہ میں بڑا آپریشن ہی ہوتا تھا۔“ (تابعین اصحاب احمد جلد سوم صفحہ 364)

احباب جماعت سے محبت

پیار اور لگاؤ، محبت و اخلاص کے پیکر جانثاری کی اعلیٰ مثال کا اندازہ اُن کے بڑے بھائی سید زین العابدین کے مضمون سے لگایا جاسکتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں

”جب حضرت اُم طاهر آخری بیماری میں لاہور کے ایک ہسپتال میں داخل تھیں۔ 25 دسمبر کی شام کو میں اور طاهر احمد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ دونوں اُن سے ملنے گئے تو مجھ سے پوچھا آپ جلسہ پر نہیں جائیں گے۔ میں نے کہنا ناظر صاحب تو بار بار اصرار کر

رہے ہیں کہ میں تقریر کے لئے پہنچ جاؤں مگر ادھر آپ کا بخار پھر تیز ہو رہا ہے۔ میرا دل جانے کو نہیں چاہتا۔ آپ غمگین ہو کر بولیں بھائی میں تو اس مبارک موقع پر خدمت کرنے سے رہی آپ بھی میری وجہ سے خدمت سے محروم نہ رہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ آپ ضرور جائیں۔ اور پھر جلد واپس آجائیں۔ میں آبدیدہ ہو گیا۔ نیکی اور بے بسی کا مجسمہ۔ پھر مجھے کہا بھائی احباب جماعت نے مجھ پر بھی بہت ہی احسان کیا ہے۔ بے قراری سے میرے لیے دعائیں کی ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ ایک دفعہ مجھے صحت ہو تو انکی خدمت میں جو کمی ہوئی ہے وہ پوری کر دوں۔ یہ کہہ کر وہ بھی آبدیدہ ہو گئیں۔

(تابعین اصحاب احمد جلد سوم صفحہ 93)

نمایاں اوصاف

آپ کی شخصیت مندرجہ ذیل اوصاف سے پُر تھی۔ یتیموں، بیواؤں، مساکین، مصیبت زدگان اور مظلوموں سے بے انتہا محبت اور ہمدردی کا جذبہ لیے ہوئے تھیں۔ اُن کی تکالیف سے بے چین ہو جاتی تھیں اور ہر ممکن مدد فرماتیں۔ اُن کے گھر ہر وقت غریبوں، بیواؤں کا تانتا لگا رہتا۔

حضرت مولوی ابو العطاء صاحب نے حضرت اُم طاہر کے لیے منعقد کیے گئے تعزیتی جلسہ میں فرمایا

”حضرت اُم طاہر صرف حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کی ماں نہ تھیں بلکہ یتیموں، بیواؤں اور مساکین کی ماں تھیں۔ سینکڑوں غرباء کے لیے بمنزلہ ماں تھیں۔ آپ اُم المساکین اور اُم الایامی تھیں۔ غریب پروری اور خدمت خلق کا جذبہ آپ کے خون میں گھل کر آپ کی زندگی کا حصہ بن گیا تھا۔“ (سیرت اُم طاہر صفحہ 15)

آپ کے بیٹے حضرت مرزا طاہر احمد صاحب فرماتے ہیں ”بھینس رکھنے کا شوق تھا اور صبح کے وقت بڑی کثرت سے لوگ چھاچھ لینے آیا کرتے تھے۔ جو لوگ زیادہ غریب اور معذور ہو آکرتے۔ اُن کی چھاچھ (لٹی) میں مکھن بھی ڈال دیا کرتی تھیں۔ انکی وفات کے بعد ایک ناپینا حافظ نے بتایا کہ میرے برتن میں ہمیشہ چھاچھ کے ساتھ مکھن بھی بھجوا کر کرتی تھیں۔ (سیرت اُم طاہر صفحہ 11)

نمایاں اوصاف میں اول نمبر پر جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا تھا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب بڑے ہی خوبصورت انداز میں لکھتے ہیں ”جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کا وصف اس قدر نمایاں تھا کہ عورتوں میں تو خیر اُن کی جو پوزیشن تھی وہ تو تھی ہی اُن کا نمونہ اکثر مجاہد مردوں کے لیے بھی قابل رشک تھا۔ صحت کی خرابی کے باوجود چوکس سپاہی کی طرح مستعد اور چشم براہ رہتی تھیں۔ خلیفۃ المسیح کی طرف سے جو تحریک بھی ہوتی تھی سیدہ موصوفہ نہایت جوش اور اخلاص کے ساتھ اُس کا خیر مقدم کرتی تھیں اور پھر اپنے ذاتی اثر اور دن رات کی محنت سے اُس کے متعلق عورتوں میں ایک غیر معمولی تحریک پیدا کر دیتی تھیں۔“

(سیرت اُم طاہر صفحہ 17-18)

لوائے احمدیت اور لوائے لجنہ کے لئے قربانی:

حضرت مولوی عبد الرحیم درد صاحب سابق امام مسجد لنڈن آپ کا ایک عظیم کارنامہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”میں اپنے مشاہدہ اور یقین کی بناء پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ احمدی خواتین کا جھنڈا ہر گز نہ بتا اور اگر ان کی ذاتی دلچسپی اور توجہ اس طرف نہ ہوتی۔ اس کا ڈیزائن انہوں نے حضور سے منظور کروایا اور پھر انہی کے زور دینے پر جھنڈا تیار کروایا گیا۔ پھر خواتین کے جلسہ میں اس کا نصب ہونا اور لہرانا، سب انہی کی کوشش کا نتیجہ تھا۔ ورنہ ہمارے پاس وقت اتنا تنگ ہو چکا تھا کہ مجھے اس کام کے ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ یہ جھنڈا سیدہ اُم طاہر صاحبہ کی جماعتی سعی کا ایک مجسمہ ہے جس وقت تک لجنہ اور احمدی خواتین کا مرکزی انتظام قائم رہے گا اُن کی یہ یاد بھی ہمیشہ زندہ رہے گی۔ ان شاء اللہ۔“

پھر لوائے احمدیت تیار ہوا۔ اس میں بھی ہماری اس بہن کا وافر حصہ ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ارشاد پر عالمگیر جھنڈا صحابہ اور صحابیات کے بابرکت ہاتھوں سے تیار ہوا۔ صحابیات نے اس کے لیے صُوت کا تا۔ مگر یہ سوت کتوایا کس نے؟ ہماری بہن نے۔ میرے درخواست کرنے پر انہوں نے صحابیات کی فہرست تیار کروائی پھر اُن کو اطلاع کروائی اور چرخوں کا انتظام کروایا اور اس طرح دارالمسح میں سب سوت کتوا کر وقت پر مجھے بھجوا دیا۔ پس جماعت کے قومی جھنڈے کی تیاری میں بھی اُم طاہر کا ہاتھ ہی کام آیا۔“ (تابعین اصحاب احمد جلد سوم صفحہ 238)

نوٹ:

اس بابرکت ذکر کے موقع پر خاکسار اپنی دادی جان صحابیہ رحمت بی بی صاحبہ اہلبہ ماسٹر نور الہی جنوے صاحبہ کا بھی ذکر خیر کرنا چاہتی ہے۔ انہوں نے بھی اس بابرکت تحریک میں خدا کے فضل و کرم سے حصہ لیا اور اپنے ہاتھوں سے صُوت کات کر وقت پر جھنڈا تیار کئے جانے میں حضرت سیدہ اُم طاہر صاحبہ کی مدد کی۔ جس کا ذکر متعدد بار خاکسار نے اُن کی زبانی سنا تھا۔ الحمد للہ علی ذالک۔

بچوں کی پرورش:

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ کی حرم ثانی حضرت امۃ الحی صاحبہؒ کی وفات ہوئی تو اُن کے تینوں بچے بہت چھوٹے تھے اور وہ اپنے آخری دنوں میں بچوں کی پرورش کے سلسلہ میں بہت پریشان تھیں۔ حضرت مصلح موعودؒ فرماتے ہیں کہ ”میں نے امۃ الحی مرحومہ سے کہا کہ امۃ الحی تم اس قدر فکر مند کیوں ہو؟ اگر میں زندہ رہا تو تمہارے بچوں کا خیال رکھوں گا اور ان شاء اللہ ان کو کوئی تکلیف نہ ہونے دوں گا۔ میں نے اُن کی تسلی کی خاطر یہ کہہ تو دیا لیکن سمجھ نہ آتا تھا کہ کیا کروں۔ آخر امۃ الحی کی وفات سے پہلی رات میں نے مریم سے کہا ”مریم مجھ پر ایک بڑا بوجھ آن پڑا ہے کیا تم میری مدد کر سکتی ہو؟ اللہ کی ہزار ہزار برکتیں ہوں۔ اُن کی روح پر وہ فوراً بول اُٹھیں ہاں میں اُن کا خیال رکھوں گی۔ جس طرح ماں اپنے بچوں کو پالتی ہے میں اُن کو پالوں گی اور دوسرے دن میں نے قیوم اور رشید کو لا کر اُن کے سپرد کر دیا۔ مجھے امۃ الحی بہت ہی

پیاری تھی اور پیاری ہے لیکن میں دیانتداری کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ اگر وہ زندہ رہتی تو اس طرح بیماری میں اپنے بچوں کی تیمارداری کر سکتیں جس طرح مریم نے اُن کے بچوں کی بیماریوں میں اُن کی تیمارداری کی۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی روح کو اپنی گود میں بٹھالے اور مجھ پر بھی فضل فرمائے۔ آمین۔

19 سالہ کا یکدم تین بچوں کی ماں ہو جانا کوئی معمولی بات نہ تھی مگر انہوں نے خوشی سے اس بوجھ کو اٹھایا اور خوب نبھایا۔“ (تالین اصحاب احمد جلد سوم صفحہ 361)

انتظامی معاملات:

الغرض گھریلو انتظام ہو تا یا کوئی بیرونی معاملہ۔ ہر موقعہ پر آپ کا نظم و ضبط اور مستقل مزاجی سے تمام امور سرانجام دینا آپ کی بہت اعلیٰ صفت تھی۔ جلسہ کا انتظام، باہر سے آنے والی مستورات کی مہمان نوازی اور خاطر مدارات ہو یا غرباء کے لئے لفافوں کے تیار کروانے کا کام، سفری انتظام یا دیگر انتظامات، عزیز رشتہ داروں سے محبت و اخلاص کا سلوک یا بیماروں کی تیمارداری۔ الغرض تمام فرائض کے لئے خود کو وقف خیال کرتی تھیں۔ اور خدمات بجالاتی تھیں۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جب میری لڑکی امتہ السلام سخت بیمار ہوئیں تو اُمّ طاہرہ صاحبہ پورے تین دن رات قریباً مسلسل اُن کے سرہانے بیٹھی رہیں۔ یہی سلوک اُن کا دیگر رشتہ داروں سے بھی تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ کی بیماری میں تو اُن کی خدمت اور جانثاری انتہا کو پہنچ جاتی تھی۔۔۔۔۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ آپ کی وفات سے کچھ عرصہ قبل ڈلہوزی تشریف لے گئے۔ جاتے جاتے حضور نے غرباء میں تقسیم کے لئے موسم سرما کے جو لفافے تیار کروانے تھے اُن کا کام آپ کے سپرد کر دیا اور تاکید کی کہ دودن کے اندر اندر سارے لفافے تیار ہو جائیں۔ چنانچہ آپ نے دودن سارا وقت لگا کر بہت سی کارکنات کو ساتھ لگا کر یہ لفافے تیار کروائے اور بے حد کوفت اٹھائی اور یہ مشقت آخر کار آپ کی بیماری میں اضافہ کا باعث بنی۔ بیماری تو کئی سال سے چل رہی تھی لیکن عموماً اس کے اظہار میں حجاب محسوس کرتی تھیں اس لئے بظاہر ٹھیک نظر آتی تھیں اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرتی تھیں۔ (سیرت اُمّ طاہرہ صفحہ 25-24)

بیماری دُعا میں اور وفات:

22 نومبر 1943ء کو ڈلہوزی سے حضور واپس تشریف لائے تو بظاہر آپ کی صحت اچھی تھی لیکن 24 گھنٹے کے اندر یعنی 23 نومبر 1947ء کو شام کو بستر پر لیٹ گئیں اور ایسی لیٹیں کہ پھر نہ اُٹھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ نے آپ کے علاج میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ آپ اُن کو لاہور بھی علاج کی غرض سے لے گئے۔ تقریباً اڑھائی ماہ حضور باوجود اپنی کمزوری صحت اور سفر کی تکالیف کے دن رات علاج معالجہ اور تیمارداری میں مصروف رہے۔ جماعتی طور پر بھی دُعا سے تحریکات جاری رہیں۔ انفرادی دُعاؤں کے علاوہ نماز تہجد باجماعت میں بھی خصوصی طور پر آپ کی صحت کے لئے دُعا میں جاتیں اور صدقات کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ قادیان میں تو اس رنگ میں دُعا میں تھیں کہ جیسے لوگ ذبح ہو رہے ہوں مگر مشیت ایزدی پوری ہوئی۔ اور 5 مارچ 1944ء کو آپ اپنے

مولائے حضور جو سب پیاروں سے پیارا ہے حاضر ہو گئیں۔ اللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی وفات سے قادیان میں ایک سناٹا چھا گیا اور ہر طرف اُداسی اور غمگینی پھیل گئی۔ 6 مارچ 1944ء کو آپ کی تجہیز و تکفین ہوئی جس میں بہت ہی رقت آمیز مناظر دیکھنے کو آئے اور جس طرح آپ کی بیماری کے دوران خصوصی دُعاؤں کی طرف جماعت کی توجہ رہی تھی اسی طرح جنازہ میں بھی مسنون دُعا میں اتنی ہی رقت اور تضرع سے ادا کی گئیں کہ سُننے والوں کی چھین نکل گئیں۔

نماز جنازہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ نے پڑھائی۔ پھر حضرت مسیح موعودؑ کے قدموں میں آپ کی تدفین ہوئی۔ قبر تیار ہونے پر حضور نے نہایت رقت کے ساتھ کسی قدر اُوپچی آواز میں دُعا کروائی اور اپنی رفیق حیات کو اپنے آقا کی سپردگی میں دے دیا۔

(از سیرت اُمّ طاہرہ صفحہ 3 تا 33 خلاصہ بیان حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؒ)

صبر کا عظیم نمونہ:

عظیم الشان ماں کے عظیم الشان سپوت حضرت مرزا طاہرہ احمد صاحبہ کا عظیم صبر کا نمونہ جو رہتی دُنیا تک قائم رہے گا اُس کی مثال ملنا ناممکن ہے۔ جن دنوں آپ کی امی کی حالت انتہائی تشویشناک تھی۔ آپ کے میٹرک کے امتحانات ہو رہے تھے۔ جس کے باعث آپ قادیان میں ہی تھے وفات سے اگلے روز آپ کا حساب کا پرچہ تھا جس کی تیاری میں آپ مصروف تھے کہ والدہ کی وفات کی خبر ملی۔ ساری جماعت رو رہی تھی لیکن آپ نے انتہائی صبر اور حوصلہ کا مظاہرہ کیا۔ انتہائی وقار اور رضائے الہی سے کہا کہ مجھے دو تین مرتبہ ایسی خوابیں آچکی ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ بس اب امی کی وفات قریب ہے۔ اگلے دن آپ نے حساب کا پرچہ بھی دیا۔ وہ بچہ جس نے دن رات اس قدر غم اور پریشانی کی حالت میں گزارے ہوں اس کا کمرہ امتحان میں جا کر پرچہ حل کرنا انتہائی مشکل کام تھا مگر اپنے نفس پر قابو رکھنے کی ایسی کوشش صرف اور صرف اللہ کے فضل سے اور اُسی ماں کی عمدہ تربیت کا نتیجہ تھی۔ (سیرت اُمّ طاہرہ صفحہ 34)

چالیس (40) روزہ دُعا سے تحریک:

آپ کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ نے 40 روزہ دُعاؤں کی تحریک کا اعلان فرمایا۔ اس سلسلہ میں فرمایا ”اس کی وجہ میں نے یہ بتائی تھی کہ حدیثوں سے ثابت ہے کہ شروع شروع میں قبر سے روح کا تعلق زیادہ ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی ایک مقام پر فرمایا ہے کہ ارواح کا تعلق قبور سے ضرور ہوتا ہے۔“

(الحکم 23 جنوری 1899)

اصل چیز یہ ہے کہ انسان جب قبر پر جائے تو میت کے لئے دُعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اسکی مغفرت کرے اس کے درجات بلند فرمائے اور اپنے قرب کے دروازے اُس پر کھولے۔ پس چونکہ میں نے اس قسم کی دعا کی خاطر کچھ دن اُمّ طاہرہ کی قبر پر جانا تھا اس لئے میں نے سمجھا کہ اس کے ہاتھ ہی اسلام کی فتوحات کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کے مزار پر دُعاؤں کا سلسلہ شروع کر دیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا جاوے کہ جو وعدے تو نے ان کے ساتھ اسلام کی فتوحات کے لئے کئے تھے ان کو پورا فرما۔۔۔ اور

ہمارے اندر بھی اپنے فضل سے تغیر فرماتا کہ ہم دین کا جھنڈا دنیا میں گاڑ سکیں اور کفر کو نابود کر سکیں۔“ حضور نے اس چلہ کے آغاز میں دُعائیں کرنے کا صحیح طریقہ بیان فرمایا کہ ہر دعا سے پہلے سورۃ فاتحہ پھر اُس کے بعد درود شریف پڑھیں پھر جو بھی دُعائیں لگی ہو وہ خدا کے حضور عرض کرنی چاہیئے۔“ (سیرت اُمّ طاہرہ صفحہ 36-34)

تاثرات:

حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ اپنے مضمون ”میری اُمی“ میں بڑے ہی درد بھرے انداز میں فرماتے ہیں ”اپنی مرحومہ ماں کے وہ الفاظ مجھے بار بار یاد آکر دکھ دیتے ہیں جو ایک دفعہ تکلیف کی شدت میں موت کو سرھانے کھڑے دیکھ کر مجھ سے کہے ”مجھے یہ بہت احساس ہے کہ میں تمہارا خیال نہ رکھ سکی اور جیسا کہ حق تہا تم سے پیار نہ کیا بلکہ ہمیشہ تمہارے ساتھ سختی کی۔ یہ صرف تمہاری تربیت کی خاطر تھا لیکن اس کی بھی مجھے تکلیف ہے تم دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس تکلیف سے شفا دے میں وعدہ کرتی ہوں کہ اب تمہارا خیال رکھوں گی اور گزشتہ ہر کی کو پورا کروں گی۔“

جب یہ الفاظ مجھے یاد آتے تھے دل بے قابو ہو جاتا تھا

آپ مزید فرماتے ہیں ”5 مارچ 1944ء کو اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کہتے ہوئے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ میں اُس وقت قادیان میں تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ آخری ایام میں میرا نام بھی اُن کے ذہن میں آیا تھا یا نہیں لیکن یہ تو توقع ضرور رکھتا ہوں کہ اپنے آخری سانسوں تک میں اُنہیں ضرور یاد رکھوں گا۔“ اور یہ وعدہ اُن کے عظیم بیٹے نے خوب یاد رکھا اور خوب نبھایا۔ اپنی وفات سے چند ہفتے قبل آپ نے جماعت کی غریب اور یتیم بچوں کی شادی کے لیے ایک فنڈ جاری کیا تاکہ کوئی بھی احمدی بچی ایسی نہ ہو جس کی شادی میں اُس کی غربت روک بن جائے۔ تمام بچیاں مناسب جہیز کے ساتھ رخصت کی جائیں اس فنڈ کو ”مریم شادی فنڈ“ کا نام دیا گیا۔ یہ وہ صدقہ جاریہ ہے جو آپ نے اس دنیا سے رخصت ہونے سے قبل اپنی والدہ مرحومہ سیدہ مریم النساء صاحبہ کی طرف سے جاری فرمایا۔ اس کا ثواب ان شاء اللہ قیامت تک آپ دونوں کو پہنچتا رہے گا۔ (سیرت اُمّ طاہرہ صفحہ 40-39)

شوہر نامدار کے تاثرات:

23 سالہ رفاقت کے حسین امتزاج کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ اپنی اہلیہ کی وفات کے آخری لمحات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”میں آخری لمحات میں اُن کو قرآن کریم پڑھ کر اُس کا ترجمہ کر کے اُن کو سناتا رہا۔ جب کچھ دیر کو ٹھہر گیا تو انہوں نے کہا ”اور قرآن پڑھو“ چنانچہ میں نے اس وقت سورہ یٰسین پڑھنا شروع کر دی اور میں نے دیکھا کہ وہ برابر اپنی زبان سے دُعائیں مانگ رہی تھیں اور وفات تک برابر اُن کے ہونٹ ہلتے رہے۔ گوان کی آواز نہ سنائی دیتی تھی مگر ان کے ہونٹوں کے ہلنے سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ برابر کی دُعائیں مانگ رہی تھیں۔۔۔۔۔ میں خیال کرتا ہوں کہ درحقیقت مومن کے لیے سب سے بڑی چیز یہی ہے کہ مرتے وقت اُس کی زبان پر اور اُس کے عزیزوں کی زبان پر خدا تعالیٰ کا ذکر ہو۔ اُس کا

دل مطمئن ہو۔ اور دُعائیں اس کی زبان پر جاری ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو اور اُسکی بخشش اُس کا احاطہ کرے۔“

یہ خدا تعالیٰ کا کس قدر احسان ہے کہ اُس نے اگر ایک طرف ہم کو صدمہ پہنچایا تو دوسری طرف اپنی ہستی کا ایک زبردست ثبوت مہیا کر کے ہمارے دلوں کو اطمینان بخشا۔ فالحمد للہ۔ (خطبات محمود جلد نمبر 25 صفحہ 174-173)

تاثرات سیدہ مہر آپا صاحبہ

حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ آپ کے زہد و تقویٰ کے بارہ میں فرماتی ہیں ”آپ بڑی عبادت گزار تھیں۔ نوافل، تہجد، تلاوت اور درود شریف سے خاص شغف رکھتی تھیں نماز بڑے اہتمام سے ادا کرتی تھیں۔ میں نے بارہا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ سے آپ کی تلاوت کی تعریف بہت عمدہ پیرایہ میں سنی۔ آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ اُمّ طاہرہ قرآن کریم کی تلاوت بہت خوبصورتی سے کیا کرتی تھیں اور تلفظ بالکل ایسا تھا جیسا کہ اہل زبان کا۔“

”آپ کی زینہ اولاد صرف عزیزم طاہر سلمہ ہی ہیں۔ آپ ہر وقت تڑپ کر خود بھی دُعائیں کرتیں اور پھر دوسروں سے یہ دعا کرواتی تھیں کہ میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ خدا کرے یہ خادم دین ہو۔ میں نے اُسے خدا کے رستے میں وقف کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے حقیقی معنوں میں واقف بنائے اور پھر آنسوؤں کے ساتھ یہ جملہ بار بار دُہرائیں ”خدا یا میرا طاری تیرا پرستار ہو! یہ عابد و زاہد ہو!! اسے خادم دین بنائیو، اسے اپنے عشق محمدؐ کے عشق اور حضرت مسیح موعودؑ کے عشق سے سرشار کیجیو!“

حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانیؒ نے کئی مرتبہ بڑی رقت سے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ ”میرا طاری مریم مرحومہ کی دلی آرزوؤں کا بہترین ثمر ہے اُن کو اس بات کی تڑپ تھی کہ ان کا یہ اکلوتا بیٹا صحیح معنوں میں دین کا خادم ہو۔“

غور کرنے کا مقام ہے کہ کوئی ماں جس کا صرف اور صرف ایک ہی بیٹا ہو اس قسم کی دُعائیں کم ہی کیا کرتی ہیں۔ وہ اس کے لیے بس دنیاوی سامان اور جاہ و حشم مانگتی ہیں مگر پھوپھی جان نے طاہری کے لیے جو مانگا وہ اُن کی معصوم فطرت پر شاندار دلیل ہے۔“

(تابعین اصحاب احمد جلد سوم صفحہ 223 تا 224)

کلثوم بیگم اہلیہ مشتاق احمد باجوہ سابق مبلغ انگلستان و سوسائٹیز لینڈ کا بیان:

آپ فرماتی ہیں ”ایک دفعہ حضرت سیدہ اُمّ طاہرہ صاحبہ نے مجھے بتایا کہ ”میرا بیٹا طاری خلیفہ ہو گا“ لیکن آپا جان نے یہ بھی مجھے کہا کہ ”یہ راز کی بات ہے میں آگے کسی سے ذکر نہ کروں“ چنانچہ صاحبزادہ صاحب کے خلیفہ ہونے پر میں نے یہ بات حضور کی خدمت میں تحریر کی۔“ (تابعین اصحاب احمد جلد سوم صفحہ 198)

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہی تھا کہ اُس پاک جوڑے کے جگر گوشے کو خلافت کی خلعت سے سرفراز کیا اور والدین کی عاجزانہ دُعائیں خدائے باری تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرنے کا باعث بنیں۔

خدا تعالیٰ ہمیں اس پیاری ہستی کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہ رحمہما اللہ تعالیٰ

تبسم بشارت

ونڈسر

خدا تعالیٰ کے لیے اپنے نفس کو کھوپکا ہو اور پھر اس کے دروازے پر مٹی کی طرح بے خواہش ہو کر گر جا اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کر۔“

شادی سے پہلے سارہ بیگم فارسی اور عربی میں اچھی خاصی مہارت رکھتی تھیں۔ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فارسی اشعار، آپ کی ڈائریوں کے حوالہ جات یاد تھے مگر انہوں نے باقاعدہ سکول میں تعلیم حاصل نہ کی تھی۔

شادی کے فوراً بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی تعلیم کا آغاز کروادیا۔ بہت سی عورتیں اعلیٰ تعلیم حاصل کرتی ہیں مگر سارہ بیگم کی تعلیم محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے تھی۔ انہوں نے اس بوجھ کو اٹھایا تا کہ جماعت کی مستورات کی دینی اور دنیاوی ترقی کے لئے مفید ہو سکیں۔

آپ نے 8 سال کے عرصہ میں 18 سالہ نصابی کورس کے برابر پڑھائی کی۔ اس دوران پانچ بچوں کی پیدائش، بیماری، امام جماعت کی بیوی کے فرائض اور گھر کا انتظام بھی پڑھائی کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ ان کے تین بچے میاں رفیع احمد، امۃ النصیر اور میاں حنیف احمد حیات رہے۔ پڑھائی کی وجہ سے ان کے دونوں بیٹے اپنے ننہیہال مولانا عبدالماجد بھگلپوری کے پاس رہے۔ آپ کے دونوں بیٹے جن کی عمر چھ سال اور سوا سال تھی وفات سے صرف تین دن پہلے قادیان آئے۔ 1933 میں بچے کی پیدائش کے دوران ان کی وفات ہو گئی۔ بیٹی امۃ النصیر صرف ساڑھے تین سال کی تھی مگر بڑے بچوں نے کمال صبر کا مظاہرہ کیا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مستورات کی تعلیم و تربیت کے بارے میں بہت فکر مند تھے۔ آپ نے 1922 میں لجنہ اماء اللہ کی بنیاد رکھی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حرم محترمہ امۃ الحیٰ صاحبہؓ (دختر حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس عظیم کام میں آپ کی معاونت کر رہی تھیں مگر 1924 میں محترمہ امۃ الحیٰ صاحبہؓ وفات پا گئیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ فرماتے ہیں ”میری وہ اسکیم جو مستورات کی تعلیم کے متعلق تھی یوں معلوم ہوا کہ ہمیشہ کے لیے تہہ کر کے رکھ دی گئی ہے۔“ مستورات کی تعلیم کے متعلق حضرت مصلح موعودؑ کی جو دلی خواہش تھی اُس کے مطابق آپ نے حضرت سارہ بیگم صاحبہ سے شادی کی۔

سارہ بیگم صاحبہ مولانا عبدالماجد بھگلپوری صاحب کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کا خاندان انتہائی معزز اور تعلیم یافتہ تھا۔ سارہ بیگم 1925ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقد میں آئیں۔ مستورات کی تعلیم کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی قادیان رخصتی سے پہلے ہی ایک خط میں لکھا جس میں آپ نے مستورات کی تعلیم کے بارے میں ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ سارہ بیگم نے جوابی خط میں لکھا کہ میں اپنی زندگی کا مسلک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک فرمان (جو کہ آپ کا ایک فارسی شعر تھا) کہ مطابق بنانے کا فیصلہ کر چکی ہوں۔ اللہ تعالیٰ میرا معین و مددگار ہو۔

شعر کا ترجمہ یوں ہے

”اگر تو خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا چاہتا ہے تو ایسے شخص کی تلاش کر جو

میاں رفیع احمد نے ایک پھولوں کا ہار والدہ کے ماتھے کو چوم کر گلے میں ڈالا۔ امۃ النصیر بہت چھوٹی تھیں مگر اپنی والدہ کی وفات کو اچھی طرح جانتی تھیں۔ ایک دن انہوں نے بھائیوں سے کھیل کے دوران کہا خدا کی کچھم (قسم) میری امی اللہ میاں کے پاس چلی گئی ہیں وہ اب کبھی واپس نہیں آئیں گی۔

سارہ بیگم عام عورتوں کے برعکس انتہائی صابر تھیں۔ کسی جسمانی تکلیف اور بیماری میں انہوں نے کبھی شکایت نہیں کی۔ گھر میں بعض اوقات دوسرے لوگوں کا برتاؤ سخت ہوتا مگر دکھ کے آثار ان کے چہرے پر صبر و تحمل کی صورت میں ظاہر ہوتے۔ عورتیں عام طور پر جذباتی ہوتی ہیں اور وہ بہت جلد گریہ و زاری کرنے لگتی ہیں مگر آپ اس حربہ گریہ زاری جو قدرت نے عورت کو بخشا ہے کو بھی کبھی استعمال نہ کرتیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں "اس موقع پر میرا ایک دلاسہ اُن کے لئے جام حیات بخش ہوتا مگر میں انہیں اس آگ سے گزارنا چاہتا تھا جس میں سے گزرے بغیر بڑے کام کی قابلیت پیدا نہیں ہو سکتی۔"

اُن کی طبیعت میں بچوں کی محبت عام عورتوں سے بھی زیادہ تھی مگر انہوں نے محض تعلیم کے لئے بچوں کی جدائی کو برداشت کیا اور ایک عظیم الشان قربانی دی۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواہش تھی کہ وہ بی اے کر لیں تاکہ سلسلہ کو مالی بوجھ کے بغیر ایک ہیڈ مسٹرس مل جائے۔

سیّدہ سارہ بیگم خاموش، منکسر المزاج اور ہمدردانہ رنگ رکھنے والی تھیں۔ آپ کا حافظہ کمال کا تھا۔ آپ کے ایک استاد لکھتے ہیں۔ "محترمہ سارہ بیگم ایک لعل بے بہا اور درخشندہ گوہر تھیں۔ وہ سلسلہ عالیہ میں ایک بہت بڑا کارکن تھیں۔"

آپ چندوں میں بہت باقاعدہ تھیں اور طوعی چندے بھی بڑی خاموشی

سے دیتی تھیں۔ انہوں نے وصیت کی کہ "میں نے مسجد اقصیٰ میں ایک سو روپیہ دینے کی نیت کی ہوئی ہے اس لیے میرا گلوبند (گلے کا ہار) بیچ کر اس رقم کو ادا کرنا ہے۔"

تقریر اور مضمون بہت اچھا لکھ لیتی تھیں۔ آیات قرآنیہ سے استدلال کر سکتی تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے بے حد ادب کی وجہ سے حضرت اماں جان، حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کا بے حد ادب کرتی تھیں۔

آخری وقت میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قادیان میں موجود نہ تھے اور انہیں بروقت اطلاع نہ دی جاسکی۔ آپ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دیوار پر آویزاں تصویر کو دیکھتے دیکھتے جان، جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ اور اسی شعر کے مطابق جو انہوں نے قادیان آنے سے پہلے لکھا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں خاک ہو کر جا پڑیں۔
بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

نوٹ: اس مضمون کی تیاری میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک خطبہ جمعہ میں سے جو کہ انوار العلوم کی جلد 13 میں ہے سے حوالہ جات لیے گئے ہیں۔ یہ ان کے بارہ میں انتہائی مختصر ذکر ہے درخواست ہے کہ پوری کتاب پڑھیں۔ اس میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بچوں کے لیے انتہائی درد دل سے دعائیں بھی شامل ہیں۔

حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ رحمہا اللہ تعالیٰ

امتہ القیوم اعجاز

احمدیہ ایوڈ آف پیس

حضرت مصلح موعودؑ کو اس رشتہ کے بارے میں ایک روایا ہوا تھا۔
”ایک فرشتہ آواز دے کر کہہ رہا ہے کہ مہر آپا کو بلاؤ جس کے معنی محبت کرنے والی آپا“ کے ہیں۔

اس روایا کے مطابق حضرت سیدہ بشری بیگم صاحبہ خاندان حضرت مسیح موعودؑ میں مہر آپا ہی کے آسمانی خطاب سے یاد کی جانے لگیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس نام میں خبر دی تھی۔ سچ مچ آپ ہر اعتبار سے مہر آپا ہی ثابت ہوئیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ نکاح میں اپنے مولیٰ سے انکی نسبت یہ دعا کی تھی کہ غریبوں اور مسکینوں کے لئے ہمدرد اور مہمانوں کی خبر گیر ہوں، اسلام اور سلسلہ کی خدمت میں اپنی زندگی خرچ کرنے والی ہوں۔ آپ کی زندگی حضور کی قبولیت دعا کا ایک نشان تھی۔

24 جولائی 1944 کا دن ایک خاص اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اُس روز حضرت سیدہ بشری بیگم صاحبہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقد میں آئیں حضورؑ نے ایک ہزار حق مہر پر اس نکاح کا اعلان فرمایا۔ خطبہ نکاح میں حضورؑ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کچھ الہامات بھی بتائے جن کی وجہ سے آپ کو اس نکاح کی طرف توجہ پیدا ہوئی۔ آپ فرماتے ہیں کہ اُم طاہر کی وفات کے بعد میرا ذہن اس طرف گیا کہ جو دوسری بیوی آئے گی بچے اُسے غیر سمجھیں گے اور مرحومہ کے رشتہ دار بھی اس کے پاس نہیں آسکیں گے اور اس طرح وہ اس کے بچوں کو دیکھ نہ سکیں گے، اتفاقاً ایک روز میں نے تذکرہ سے فال دیکھی، میں فال کا قائل تو نہیں مگر مصیبت کے وقت بعض دفعہ انسان ان باتوں کی طرف بھی توجہ کر لیتا ہے جن کا وہ قائل نہیں ہوتا بشرطیکہ وہ ناجائز نہ ہوں۔ میں نے تذکرہ کھولا تو اس میں لفظ بشریؑ موٹے حروف میں لکھا ہوا نظر آیا تب میرا ذہن اس طرف گیا کہ ان کے خاندان میں بھی ایک لڑکی بشری نام کی ہے میں نے اس کا ذکر مریم مرحومہ کے خاندان سے کیا، انہوں نے کہا کہ ہمارے خاندان میں ایک بشری ہے اس کی عمر بھی بڑی ہو گئی ہے اور اتفاق کی بات ہے کہ بعض بیماریوں کی وجہ سے اس کی شادی اس وقت تک نہیں ہو سکی۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اگر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی تصنیف ”کتاب البریہ“ میں فرماتے ہیں ”سوانح نویسی سے اصل مطلب تو یہ ہے کہ، تا اس زمانے کے لوگ یا آنیوالی نسلیں ان لوگوں کے واقعات زندگی پر غور کر کے کچھ نمونے اخلاق یا ہمت یا زہد و تقویٰ یا علم و معرفت یا تائید دین یا ہمدردی نوع انسان یا کسی قسم کی قابل تعریف ترقی کا اپنے لئے حاصل کریں۔“ (از کتاب البریہ حاشیہ صفحہ 159)

زیر نظر مضمون میں عاجزہ نے حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ کی سیرت کا ایک اجمالی خاکہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنی ان بزرگ ہستیوں کی زندگی کا مطالعہ کر کے ان کے نیک نمونہ کو اپنی زندگیوں میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔

حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ 7 اپریل 1919 کو بمقام جہلم اپنے ننھیال میں پیدا ہوئیں۔ آپ ایک نہایت شریف اور مخلص سادات خاندان میں سے تھیں۔ آپ مکرم سید عزیز اللہ شاہ صاحب کی صاحبزادی اور حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوتی تھیں، جن کا شمار جماعت کے ممتاز اہل کشف و الہام میں ہوتا تھا۔ حضرت سید ڈاکٹر صاحب نے 1901 میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی اور صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں شمار ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کنبہ کو ہمیشی ٹبر کے نام سے یاد فرمایا کرتے تھے۔

آپ 1920 میں سینئر سب سرجن کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے اس کے بعد مستقل قادیان سکونت اختیار کی۔ 1937 میں آپ کی وفات پر حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں تعزیت کی۔

”وہ ایک نہایت ہی پاک نفس انسان تھے جن کا وجود سر اسر برکت تھا“ حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ، حضرت سیدہ مریم بیگم صاحبہ (ام طاہر) کی بھتیجی تھیں۔ حضرت سیدہ ام طاہر کی وفات کے بعد حضرت مصلح موعودؑ کے عقد میں آئیں اس طرح آپ خواتین مبارکہ میں شمولیت کے مقدس اعزاز سے نوازی گئیں۔ آپ کا اصل نام سیدہ بشری بیگم تھا۔ آپ کے نام ”مہر آپا“ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ

ہمارے خاندان میں رشتہ ہو جائے تو اچھا ہے وہ بچوں کی دیکھ بھال کا کام زیادہ اچھی طرح کر سکتی ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں میں نے اپنی ہمشیرہ مبارکہ بیگم سے بات کی کیونکہ اس کے ساتھ میری بے تکلفی تھی اس نے کہا کہ میں خود آپ سے یہ بات کہنا چاہتی تھی۔ اس کے بعد میں نے استخارہ کیا اور بعض افراد جماعت کو خوابیں بھی آئیں۔ نیز القاء ہوا

”بشریٰ بیگم حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے لیے ہے“

7 اگست 1944 کو آپ کی رخصتانہ کی تقریب عمل میں آئی حضور رضی اللہ عنہ حضرت سید عزیز اللہ شاہ صاحب کی کوٹھی دارالانوار پہنچے آپ کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے علاوہ بعض صحابہ بھی تھے اگلے دن حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے دعوت ولیمہ دی گئی۔

حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ نے 1944 میں میٹرک کے امتحان کے علاوہ قادیان کی دینیات کی دو جماعتیں بھی پاس کیں۔ پھر جامعہ نصرت سے ایف اے کیا اور بی اے میں داخلہ لیا لیکن حضور کی علالت کی وجہ سے تعلیم کا سلسلہ ترک کر کے اپنے عظیم مقدس شوہر کی خدمت کے لیے آخری لمحات تک وقف ہو گئیں اور اسی کو اپنا نصب العین بنائے رکھا۔

1951 میں جب جامعہ نصرت کا آغاز ہوا آپ اس کی ابتدائی طالبات میں سے تھیں۔

ایک موقع پر آپ اپنے آباء کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ بڑے شاہ صاحب (حضرت سید عبدالستار شاہ صاحب آپ کے دادا) مسجد میں نماز پڑھنے جاتے لوٹا پانی سے بھرتے، وضو کرتے اور نماز پڑھ کر واپس آ جاتے، مسجد کے دروازے پر ایک بہت بڑا زمیندار بیٹھ جاتا اور آپ کو جب تک آپ مسجد میں موجود رہتے گندی گندی گالیاں نکالتا رہتا تھا مگر نہایت صبر کے ساتھ برداشت کرتے اور اطمینان کے ساتھ نماز سے فارغ ہو کر گھر واپس آ جاتے ہیں بغیر کچھ کہے اس زمیندار کو۔ مگر ایک دن زمیندار نے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو گالیاں دینی شروع کر دیں جو نبی اُس نے ایسا کیا حضرت شاہ صاحب نے پانی بھر الوٹا زور سے اُس کے سر پر دے مارا، اُس کا ماتھا پھٹ گیا اور خون بہہ نکلا، مگر حضرت شاہ صاحب نے اطمینان سے وضو کیا نماز پڑھی اور واپس لوٹ آئے، وہ زمیندار وہیں بیٹھا رہا۔ حضرت شاہ صاحب پھر دوسری نماز کے لیے تشریف لے گئے، وضو کیا اور نماز پڑھی، اُس وقت دوسرے احمدیوں نے کہا شاہ صاحب یہ کیا ہو گیا یہ شخص تو بڑے اثر و سوخ والا ہے یہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ اس وقت شاہ صاحب نے شان بے نیازی سے کہا، ہمیں اس کی کوئی پروا نہیں، اس کے بعد وہی زمیندار شاہ

صاحب سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا شاہ جی مجھے مرزا غلام احمد کے بارے میں بتائیں ان کا کیا دعویٰ ہے تب حضرت شاہ صاحب نے اسے سب کچھ بتا دیا وہ زمیندار آپ کے پاؤں پڑ گیا کہ میری توبہ قبول کر لیں اور بیعت کروادیں۔ اس کے بعد اس کا سارا خاندان احمدی ہو گیا۔

بعد میں جب بھی اس کے خاندان سے کوئی ملاقات کے لیے آتا تو اپنے نام کے ساتھ ”لوٹے والے“ ضرور لکھتا۔ آپ فرماتی ہیں میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ حضور فرمانے لگے لو تمہیں علم ہی نہیں تمہارے ہی گھر کا تو واقعہ ہے، اس پر حضور رضی اللہ عنہ نے مذکورہ واقعہ سنایا۔

حضرت مہر آپا شادی سے پہلے کا ایک خواب بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ بہت خوبصورت جوڑا میں نے پہنا ہوا ہے جس کا رنگ بہت پیارا ہے اور تمام جوڑے پر چمکدار خوبصورت کام کیا ہوا ہے جوڑے کے اوپر ایک بہت بھاری جبہ پہنا ہوا ہے جو بہت خوبصورت ہے مگر یہ لباس اس قدر بوجھل اور بھاری ہے کہ اس کو پہن کر کندھوں کو یوں یوں کر رہی ہوں یعنی اسکے بوجھ کی وجہ سے کسمساہٹ محسوس کر رہی ہوں، کانوں میں دلکش آویزے جو گردن تک آتے ہیں ان میں سفید نگینے ہیں، میں آئینہ دیکھتی ہوں تو سب چیزیں بہت ہی پیاری معلوم ہوتی ہیں۔

(مصابح 1998)

آپ اپنے نام کی طرح مہربان دوست اور محبت کرنے والی تھیں نہایت نفیس طبیعت، شگفتہ مزاج، باوقار خاتون تھیں آپ غریب پرور اور مسکینوں کا خیال رکھنے والی تھیں اپنے گھر میں کام کرنے والی لڑکیوں کا بہت خیال رکھتیں ان کی تعلیم و تربیت پر توجہ دیتیں۔

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ آپ کو یاد کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ شادی کے بعد حضرت مہر آپا حضورؐ کے معیار پر پورا اتریں اس طرح حضورؐ کا آپ کے متعلق جو اعتماد تھا وہ پورا ہوا۔ حضرت سیدہ مہر آپا نے حضرت سیدہ ام طاہرہ کے سارے بچوں کا بہت خیال رکھا اور جتنا پیار بھی ممکن تھا ان کو دیا۔ اس کے علاوہ حضورؐ کے سارے بچوں سے ہمیشہ محبت اور شفقت سے پیش آئیں، بڑے بچوں سے محبت کے علاوہ ان کا احترام بھی کرتیں اپنے متعلق تو میں حتمی طور پر کہہ سکتی ہوں کہ انہوں نے مجھے بہت محبت دی اور اس کے ساتھ عزت بھی کرتیں۔ سسرال کے سارے عزیزوں سے محبت و احترام کا رویہ تھا۔ بڑی دعا گو اور تہجد گزار تھیں، غریبوں کی امداد کرنے والی، مہمان نواز، ملازمین سے حسن سلوک کرنے والی تھیں خدا تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔ آپ کے خاندان کی باقی

خواتین بھی بہت مخلص تھیں اور دین کی خاطر قربانی کرنے والی تھیں۔ زیورات، روپیہ پیسہ جو کچھ بھی پاس ہوتا جماعت کی ضرورت کے وقت پیش کر دیتیں مگر کانوں کان کسی کو علم نہ ہوتا۔ صاحبزادی امتہ الباسط صاحبہ مرحومہ نے حضرت مہر آپا کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار خیال کچھ یوں کیا۔

"حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ کی شادی کے بعد قادیان میں ہم بہن بھائی حضرت مہر آپا کے ساتھ رہنے لگ گئے آپ ہم سب سے انتہائی محبت و شفقت کا اظہار فرماتیں، حضور کے ساتھ خاص محبت کا سلوک تھا اکثر باتوں میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر "میرا طاری" کہہ کر کرتیں۔ آپ کے اندر مہمان نوازی کی صفت بہت نمایاں تھی۔ خدمت خلق کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ بیماری میں بھی تواضع کرتیں، کھانا بہت اچھا پکاتیں باوجود ملازموں کے کوئی نہ کوئی چیز خود بھی بناتیں اور سب کو کھلا کر بہت خوش ہوتیں۔ بہت صفائی پسند تھیں اپنے آپ کو بھی صاف ستھرا رکھتیں گھر کو بھی سلیقہ سے سجاتیں۔ صبر و تحمل کا پیکر تھیں۔ اپنی بیماری کا عرصہ بھی بڑے صبر سے گزرا۔ مطالعہ کا شوق تھا۔ سیر کی شوقین تھیں شام کو بھی چہل قدمی کرنے جاتیں اور سب بچوں کے گھروں میں ملنے جاتیں ہمارے سب بچوں سے بہت پیار تھا۔ (مصباح 1998)

آپ کو مختلف شعبوں میں جماعتی خدمات کا موقع ملا۔ 1949 میں ربوہ میں جلسہ سالانہ کے موقع پر مستورات کی رہائش گاہ کی نگران تھیں اسی طرح جلسہ کے تمام انتظامات کی انسپکٹرس کے طور پر بھی خدمت سرانجام دی۔

1950 میں سیکرٹری خدمت مرکزیہ کے طور پر کام کیا۔ 31 مئی 1950 کو دفتر لجنہ کاسنگ بنیاد رکھا گیا آپ کو یہ سعادت بھی ملی کہ اس میں آپ نے بھی اینٹ رکھی۔ بہت اچھے مضامین لکھتیں، ادب سے بہت لگاؤ تھا جلسوں اور اجتماعات پر تقاریر بھی بہت جوش اور ولولہ سے کرتیں۔ حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ نے اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر عمل کرتے ہوئے اپنی زندگی میں ہی سب کچھ مال و دولت اور جائیداد اللہ کی راہ میں وقف کر دی تھی۔

آپ کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا بھرپور خراج تحسین ہر ایک فرد جماعت کے لئے قابل رشک ہے حضور نے آپ کی عظیم مالی قربانی کا جو مصروف سوچا وہ تاریخ احمدیت میں ایک نہایت حسین یادگار کے طور پر زندہ رہے گا۔ جرمنی کی 100 مساجد میں آپ کے ترکہ کا حصہ ان کے لئے حصول ثواب کا باعث رہے گا اور نمازیوں کی دعائیں ان کو ملتی رہیں گی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

"سیدہ مہر آپا کی وفات کی اطلاع چونکہ مجھے جرمنی میں ملی ہے اس لیے میں نے

فیصلہ کیا ہے کہ آپ کی طرف سے جو روپیہ یہاں موجود ہے اس میں سے اور کچھ باہر سے منگوا کر تین لاکھ جرمن مارک جماعت احمدیہ جرمنی کے سپرد کردوں گا جس کا مطلب یہ ہے کہ 100 مساجد کی جو تحریک ہے اس میں سے ہر 100 میں سے تین ہزار ان کی طرف سے ہو گا۔ جماعت جرمنی کو جو توحید کے نشان کے طور پر مسجد بنانا ہے اس میں آج سیدہ مہر آپا کی وفات کے ساتھ تحریک کرتا ہوں اس میں جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے سیدہ بشری بیگم مہر آپا صاحبہ کا ایک مستقل حصہ ہو گا گویا ہر مسجد میں ان کی طرف سے کچھ نہ کچھ ہو گا اور میں بھی اللہ کے فضل سے آپ کے ساتھ شامل ہو جاؤں گا۔ اللہ کرے ہمیں اس کی توفیق عطا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر وفات کو زندہ کرنے کی توفیق بخشے جو بھی ہم میں سے مرے صفات باری تعالیٰ کو پیچھے روایات کی صورت میں زندہ چھوڑتا چلا جائے۔ آمین۔" (الفضل انٹرنیشنل 11 جولائی 1997)

حضرت مہر آپا کی مہمان نوازی اور شفقت کا دلکش نمونہ پیش خدمت ہے خاکسار کے ایام کالج کا واقعہ ہے کہ جلسہ سالانہ کے دن تھے میری صدر صاحبہ نے مجھے حلقہ خاص کے پاس بنوانے کے لیے کہا کہ لجنہ ہال سے لیتی آئیں، وہاں جا کر معلوم ہوا کہ وہ حضرت مہر آپا صاحبہ کے گھر سے میسر ہوں گے خاکسار جب وہاں پہنچی (میری دو سہیلیاں بھی ساتھ تھیں) اور وہاں کام کرنے والی والنٹیرز کو اپنی صدر صاحبہ کا رقعہ دیا۔ وہ رقعہ حضرت مہر آپا صاحبہ کی خدمت میں اندر پہنچا دیا گیا، حضرت مہر آپا صاحبہ گرم پشیمینہ شال اوڑھے باہر آئیں تو ان کا نورانی مسکراتا ہوا چہرہ آج بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ مسکرا کر بات کی اور ان والنٹیرز کو پاس بنا کر دینے کو کہا، وہاں چائے کا بھی کام کرنے والوں کے لیے انتظام تھا اور آپ نے فرمایا ان بچیوں کو بھی چائے دیں۔

اللہ اللہ وہ مجھ سے ہوئے ہم کلام

اللہ اللہ کہاں میں کہاں یہ مقام اللہ اللہ

22 مئی 1997 کا دن جماعت احمدیہ کے لیے غم و ہم کا سورج لے کر طلوع ہوا جب حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئیں آپ کی وفات کی خبر سن کر مستورات قرب و جوار سے جوق در جوق آنا شروع ہو گئیں۔ اس بات سے آپ کی ہر دلچیزی، شفقت اور محبت کا پتہ چلتا ہے۔

اب وہ بزرگ ہستی اس دنیا سے رخصت ہو چکی تھی آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی بے شمار برکتیں اور رحمتیں نازل فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔

(اس مضمون کی تیاری میں کچھ حوالہ جات تاریخ احمدیت کی جلد نہم سے لئے گئے ہیں۔)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق

صاحبزادی امتہ الجلیل بیگم صاحبہ کی چند یادیں

تیار کردہ:

ٹیم اشاعت لجنہ اماء اللہ کینیڈا

اہمیت سے غافل نہیں۔ خلافتِ ثانیہ میں کئی فتنے ایسے اُٹھے مگر حضورؑ نے خدائی تائید کے ساتھ خلافت کے مقام کے تقدس کو مجروح نہیں ہونے دیا۔ خدائی تائید اور خدا کی حفاظت کی برکات کا خلافتِ احمدیہ پر سایہ ہمیشہ ہی رہا اور تمام جماعتِ احمدیہ اس کی عینی شاہد ہے۔ آپؑ نے خلافتِ ثانیہ کے دور میں خلافت کا وقار، استحکام بنائے رکھا۔ حضورؑ پر خدا کا فضلِ عظیم تھا۔

حضورؑ بہت بلند پایہ مقرر تھے۔ دُنیا میں مشہور ترین لیڈروں کو سُننے کا موقع ملا مگر میں نے کسی کو بھی حضورؑ کا پاستنگ بھی نہیں پایا۔ آپ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ آپ اپنے خطابات سے پہاڑوں کو بھی ہلا دیتے تھے۔ اس صداقت کے جماعت کے ہزاروں نہیں لاکھوں لوگ گواہ ہیں۔ خدا کرے کہ آخر تک گواہ ہی رہیں۔ آپ سامعین کی توجہ کو بھرپور انداز میں قائم رکھتے۔ مختلف مسائل اور اُنکے حل پر لیکچر دیئے اسلامیہ کالج کے ایک پروفیسر نے بے ساختہ کہا (آپ نے فرمایا یہ الفاظ مجھے بھی یاد ہیں میں نے بھی سُنے تھے) کہ اُن کو تو پاکستان کا پرانم منسٹر ہونا چاہئے۔ لیکن خدا نے اُن کو جماعت کا پرانم منسٹر بنایا۔“

”جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؑ پر نماز کے دوران حملہ ہوا تو ڈی آئی جی پولیس نے اس سے پہلے کہ یہ خبر مشہور ہو جائے، اُس نے صاحبزادہ مرزا مظفر احمدؒ صاحب کو اطلاع دی اور بتایا کہ حالات خطرے سے باہر ہیں۔ پولیس کو ہر قسم کے حالات سے نبٹنے کے لئے الرٹ کر دیا گیا

الحمد للہ اس سال فروری 2021ء میں لجنہ اماء اللہ کینیڈا کے تحت 106 مجالس میں جلسہ ہائے مصلح موعودؑ Zoom کی سہولت کے ساتھ منعقد ہوئے۔ 3 مجالس کے جلسہ جات میں محترمہ مکرمہ صاحبزادی امتہ الجلیل بیگم صاحبہ رونق افروز ہوئیں۔ آپ نے ان بابرکت جلسہ جات میں اپنے والدِ گرامی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؑ حضرت مصلح موعودؑ کے ساتھ گزرے ہوئے قیمتی لمحات میں سے چند انمول یادیں لجنہ ممبرات کے ساتھ شیئر کیں۔

آئیے محترمہ مکرمہ صاحبزادی امتہ الجلیل بیگم صاحبہ کی زبانی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؑ حضرت مصلح موعودؑ کی دلپذیر یادوں کے کچھ دریچے کھولتے ہیں۔

آپ فرماتی ہیں:

”میں نے آج تک کوئی تقریر نہیں کی۔ میں ایک سادہ سی بندی ہوں اور سادگی سے اپنے بیان کو پیش کروں گی۔ یہ تمام باتیں بہت بار سُنی جا چکی ہیں اور جو لوگ حضرت مصلح موعودؑ کے دور میں تھے انہوں نے بھی سُنی ہوں گی لیکن ہم اُس دور سے بہت پیچھے جا چکے ہیں تو میں جو بیان کرنا چاہتی ہوں اُس کو پورے دھیان اور توجہ سے سُنیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؑ نے خلافتِ ثانیہ کے دور میں خلافت کی اہمیت کو خاص طور پر واضح فرمایا اور مختلف تقاریر اور مضامین کے ذریعے اس مسئلے کو ایسا صاف بیان کیا کہ اب کوئی مخلص احمدی اس کی

ہے۔ صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب ڈاکٹر امیر الدین صاحب سے جو ماہر سرجن تھے سے رابطہ کیا لیکن وہ یونیورسٹی کے امتحانات کے باعث مصروف تھے، نہ آسکے۔ اس لئے پھر آپ دوسرے ماہر سرجن ڈاکٹر ریاض قدیر کو رات کو لاہور سے لے کر ربوہ پہنچ گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے دیکھا کہ حضورؐ کا زخم والا حصہ پھولا ہوا ہے۔ تشخیص کی کہ کوئی رگ کٹ گئی ہے۔ جس کی وجہ سے خون جم رہا ہے جس کے لئے آپریشن کا فیصلہ ہوا۔ آپریشن کے لئے بے ہوش کرنا ضروری تھا۔ مگر حضورؐ نے انکار کیا کہ وہ بے ہوشی کی دوا نہیں لیں گے چنانچہ ہوش کی حالت میں یہ آپریشن کیا گیا۔ آپریشن کے دوران حضورؐ نے کمال ہمت کا مظاہرہ فرمایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ کو قرآن کریم سے عشق تھا۔ جس طرح آپ نے قرآن مجید کی تفاسیر لکھ کر افادۂ احباب کے لئے اشاعت کیں وہ تاریخ احمدیت کا ایک روشن باب ہے۔ جن دنوں میں تفسیر کبیر لکھی اُن دنوں میں نہ تو آرام کا خیال رہتا تھا، نہ سونے کا، نہ کھانے کا، صرف دُھن تھی کہ کام ختم ہو جائے۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد لکھنے بیٹھتے تو کئی دفعہ ایسا ہوتا کہ فجر کی نماز کا وقت ہو جاتا اور آپ لکھتے چلے جاتے۔ یہ تفسیر آپ نے بیماری کے پہلے حملے کے بعد لکھی یعنی 1956ء میں۔ اُس وقت آپ کی طبیعت کافی کمزور ہو چکی تھی، یورپ سے واپسی کے بعد صحت کافی حد تک بحال تھی مگر پھر بھی کمزوری باقی تھی۔

حضورؐ کو تلاوت قرآن کریم کا خاص شوق تھا۔ آپ سفر میں ہوتے تب بھی مقررہ تعداد کے بعد مسنون دُعاؤں اور بعض وقت تلاوت قرآن کریم کرنے میں گزارتے۔ گھر میں ہوتے تب بھی کثرت سے تلاوت کرتے۔ تلاوت کا کوئی وقت مقرر نہ تھا۔ جب بھی جتنا بھی

وقت ملتا آپ تلاوت قرآن کریم میں گزارتے۔ عموماً یہ ہوتا تھا کہ صبح اُٹھ کر، ناشتہ سے فارغ ہو کر ملاقاتوں کے انتظار میں ٹہل رہے ہوتے۔ قرآن کریم ہاتھ میں ہوتا تھا۔ اکثر قرآن کریم ٹہل کر ہی پڑھتے تھے اور حاشیہ میں اپنی تفسیر کے نوٹس لکھا کرتے تھے۔

مکرمہ محترمہ بی بی جان صاحبہ فرماتی ہیں:

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت کی خاطر، دین کی خاطر جو کچھ تکلیفیں اٹھائیں وہ یقیناً آپ لوگ جانتے ہوں گے اُن کے بارے میں پڑھا بھی ہو گا۔ اگر ہم کچھ زیادہ نہیں کر سکتے تو کم از کم ہمیں اُن کی باتوں کو یاد رکھنا چاہئے جو ہم نے سنی ہیں اور اُن پر عمل کرنا چاہیئے۔ تاکہ ہم بھی دُنیا میں سے کچھ لے کر جائیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم یہاں آکر سمجھتے ہیں کہ ہمیں صرف ڈالر چاہیئے۔ ہمیشہ ڈالر نہیں چاہیئے۔ ٹھیک ہے ضرورت کے لئے کھانا پیٹ بھرنے کے لئے چاہیئے، لیکن ہماری اولادیں ہمارے لئے سرمایہ ہیں ڈالر سرمایہ نہیں ہے۔ ٹھیک ہے آپ اپنے بچوں کی تربیت کریں۔ آپ جب جاب سے واپس آتی ہیں تو عام طور پر بچہ آپ سے پہلے گھر پہنچ چکا ہوتا ہے۔ میں نے خود بچوں کو گلے میں چابیاں ڈالے دیکھا ہے ہمیں کیا پتہ جب بچہ دروازہ بند کر کے گھر میں بیٹھتا ہے تو وہ انٹرنیٹ پر کیا دیکھ رہا ہوتا ہے۔ ان چیزوں کا آپ خیال رکھیں۔ ہمیں پیسے نہیں چاہیئے۔ ہمیں خدا کا فضل چاہیئے۔ ہمیں اولاد کی خوشیاں دیکھنی ہیں ہم نے اپنی اولاد کو جماعت میں ڈالنا ہے۔ ادھر ادھر یہاں وہاں سارا دن جو ہم پھریں گے تو یہ ٹھیک نہیں ہے۔“

حضرت مصلح موعودؒ فرماتے تھے کہ جب ہم تینوں بھائی بڑے ہوئے تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں بلایا اور کہا کہ دیکھو بچو تم بڑے ہو گئے ہو اور میں پسند نہیں کرتا کہ مغرب کی نماز کے

بعد تم گھر سے باہر جاؤ۔ وہ زمانہ اور یہ دور، یہ زمانہ اور آپ کا حال، آپ کا کیا ہم سب کا حال۔ اس چیز کا مقابلہ نہ کریں۔ خدا کے واسطے جنہوں نے آپ کے پیار میں ماریں بھی کھائیں، زخم بھی لئے اُسی زخم سے وہ دُنیا سے اُٹھے۔ اُن کی خاطر اس سرمائے کو آپ سنبھالیں۔“

”باوجود مصروفیات کے حضور اپنے بچوں اور اپنے عزیزان کے لئے کچھ وقت نکالتے۔ سندھ میں عشاء کی نماز کے بعد اپنے بچوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات سناتے۔ کسی دن کوئی کہانی سناتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی واقعہ، کسی صحابی کا واقعہ یا پھر جس بھی رنگ میں آپ مناسب سمجھتے تھے اپنے بچوں کو سمجھانے کے لئے وہ سمجھاتے تھے۔“

مکرمہ محترمہ بی بی جان صاحبہ نے مزید بتایا کہ:

”ہمیں باہر سے گھر کے پہرے داروں کو بلانے کی اجازت نہیں تھی کہ ہمارے پلنگ کس دے یا کوئی اور روزمرہ ضرورت کے کام کر دے۔ حضورؐ فرماتے تھے کہ میں نے مرنا ہے اور خدا تعالیٰ کو اس کا حساب دینا ہے، مجھے ایسی آزمائش میں نہ ڈالا جائے۔ یہ بات بھی درست ہے کہ جو لوگوں کے صدقات چندے آتے ہیں، وہ ضائع ہوتے ہیں۔ وہ نہ کریں۔ مرنا تو ہم نے بھی ہے۔ صرف خلیفہ ثانیؒ کی وفات تو نہیں ہونی تھی، ہم سبکی ہونی ہے اس لئے میں تو یہی کہوں گی کہ اپنے بچوں کو سمجھائیں، اُن کو دین کی طرف لائیں بجائے اس کے کہ وہ دُنیا کی طرف بھاگے پھریں۔ تکلیف ہوتی ہے۔ یہ صرف آپ کی اولاد نہیں یہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی روحانی اولاد ہے، اسے ضائع نہ کریں۔ نہ جسمانی طور پر ضائع ہوں نہ روحانی طور پر۔ میں نے پاکستان میں تو کبھی یہ دُعا نہیں کی لیکن یہاں پر آکر یہاں کے حالات دیکھ کر میں ہمیشہ یہ دُعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ مسیح موعودؑ کی روحانی اور جسمانی اولاد کو یہاں کی گندگیوں اور زمانے کی

برائیوں سے بچا۔“

مکرمہ محترمہ بی بی جان بیان فرماتی ہیں کہ:

”حضرت مصلح موعودؑ یہ بھی پسند نہیں فرماتے تھے کہ کسی خادمہ کے ساتھ بھی بُرے طریقے سے بات کی جائے۔ ہمیشہ ہر ایک بڑے کا احترام کرنا سکھاتے تھے۔ سب مرد حضرات کو بھائی کے لقب سے پکارنے کی تلقین کرتے، کسی کا نام لینے کی اجازت نہیں تھی۔ یہاں تک کہ ڈرائیور کا احترام بھی کرنے کو کہتے کہ یہ تم سے بڑے ہیں۔“

”اباجان (حضرت مصلح موعودؑ) بے حد مصروف رہتے تھے۔ آتے جاتے، مجلس میں بیٹھے، کھانا کھاتے، آپ کی نظر بچوں پر رہتی۔ کپڑے ٹھیک پہنے ہوئے ہیں یا نہیں، سر پر ٹوپی ہے یا نہیں۔ مجھے یاد ہے کہ میری والدہ کے گھر دو میرے بھائی تھے۔ ایک مرزا طاہر احمد صاحبؒ اور ایک مرزا خلیل احمد صاحبؒ۔ یہ بیچارے اکثر ٹوپی ہاتھ میں پکڑ کر رکھا کرتے تھے کہ اباجان نہ آجائیں۔ بہر حال ویسے یہ ہونا چاہئے۔ اسی طرح صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحبؒ کو میں نے دیکھا کہ جب وہ لندن آکر ٹھہرتے تھے۔ تو سر سے سارا دن وہ ٹوپی نہیں اتارتے تھے۔ میں کہتی تھی کہ بھائی اب اتار دیں تو آپ فرماتے تھے کہ کہیں حضورؑ نہ آجائیں۔ کیونکہ حضورؑ درمیان میں سے گزرا کرتے تھے۔ سو یہ چیزیں صرف اُن لوگوں کے لئے نہیں ہیں جو پہلے گزر گئے ہیں بلکہ یہ ہمارے لئے نمونہ چھوڑ کر گئے ہیں۔ اس نمونے کو آگے بڑھائیں۔ اسے بند نہ کریں۔“

مکرمہ محترمہ بی بی جان صاحبہ مزید فرماتی ہیں:

”اور پھر ہمیں یہ حکم تھا کہ تم لوگوں نے جماعت کی طرف سے خلیفہ وقت کو ملی ہوئی سہولتوں کو استعمال نہیں کرنا۔ مثلاً یہ کہ سیکوریٹی تھی اسکو کوئی کام نہیں کہنا اس لئے کہ صدر انجمن اُس کو تنخواہ دیتی

ہے۔ اور جماعت کے پیسے کا خیال رکھنا ہے۔

جب ہم ہر چھ مہینے کے بعد سندھ جاتے تھے۔ ابا جان اپنی فصلیں وغیرہ دیکھنے جاتے تھے تو ہمیں بھی ساتھ لے کر جاتے تھے کبھی آم کا موسم ہوتا تھا کبھی کپاس کا۔ بہر حال کپاس سے میرا کوئی واسطہ نہیں لیکن آم سے بہت تھا۔ پھر یہ کہ سفر سے پہلے جب ہم ربوہ سے نکلتے تھے تو ساری چیزیں، خاص طور پر بچوں کی ضرورت کی چیزیں ضرور دیکھا کرتے تھے کہ تمام اہم اشیاء ضرورت رکھی ہیں جیسے پالش رکھی ہے اس نے یا نہیں، سب مکمل طور پر چیک کرتے تھے۔ میری قسمت کہ مغرب کے وقت باہر سے آواز آئی کہ حضورؐ کے سلپر۔ حضورؐ کے سلپر کو پالش لگانے کی اجازت تھی لیکن گھر والوں کو نہیں تھی۔ تو میں نے سوچا کہ ابا جان تو مسجد گئے ہیں، میں نے اپنی جوتی وہاں رکھ دی ابا جان کے سلپروں کے ساتھ۔ کوئی سہولیات نہیں تھیں، بجلی نہیں تھی۔ ہم تھڑے پر نماز پڑھتے۔ کیونکہ مسجد ذرا آگے تھی اور پیدل جاتے تھے۔ ہم سارے بیٹھے ہوئے تھے تو وہ خدا کا شیر آیا اس کے ہاتھ میں دو جوتیاں تھیں۔ ایک اپنی تھی اور ایک وہ دوسری جو میں نے چھپا کے دی تھی اور بہت زیادہ غصے میں تھے اور کہا کہ یہ کس کے جوتے ہیں۔ مجھے بتادو میں کچھ نہیں کہوں گا۔ میرے بھائی مرزا مبارک احمد، اُم ناصر، آپا چھیرو صاحبہ، کافی لوگ موجود تھے۔ بہر حال تھوڑی دیر بعد دھیمے پڑے تو کہا کہ تم بتادو میں کچھ نہیں کہوں گا۔ جس کی بھی جوتی ہے میں کچھ نہیں کہوں گا۔ تو میں نے کہا کہ میری ہے۔ تو کہا کہ تم پہلے کیوں نہیں بولی تھی۔ میں نے کہا آپ بہت زور سے بول رہے تھے میں ڈر گئی تھی۔ (اب ذرا حضورؐ کا یہ فقرہ سنیں) فقرہ یہ تھا کہ ”بچے جوتی پالش کرنے کے لئے مجھے دے دیا کرو، صدر انجمن کے ملازموں سے کام لینے کو میں نے تم لوگوں کو منع کیا ہوا ہے ان سب کو تنخواہیں انجمن سے ملتی ہیں۔ میں تمہاری جوتی کو پالش کر دوں گا لیکن مرنے کے میں نے خدا تعالیٰ کو

ایک ایک پائی کا حساب دینا ہے اس لئے میں نے انجمن کے ملازمین سے کام نہیں کروانا۔“

مکرمہ محترمہ بی بی جان صاحبہ نے فرمایا کہ:

”حضرت مصلح موعودؑ دیکھا کرتے تھے کہ بچوں کا گفتگو کا طریقہ پایہ تہذیب سے گرا ہوا تو نہیں۔

بچوں کی تربیت چاہے وہ لڑکے یا لڑکیاں دونوں کے متعلق گہری نظر رکھتے تھے۔ آپ جو گہری نظر رکھتے تھے اُس کا نتیجہ یہ تھا کہ ہم حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؒ جو ابا جان کے بھائی کے بیٹے تھے، اور بہنوئی، خالو، پھوپھا ان سب سے حضرت مصلح موعودؑ پردہ کروایا کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ جب شریعت میں ہے تو پردہ کرنا ہے۔ میری باری بھی آئی گئی۔ مجھے سمجھانے لگے کہ میں برقعہ پہناؤں گا۔ میری شرط تھی کہ ایک میں بھائی مظفر سے پردہ نہیں کروں گی، ایک بھائی عزیز احمد صاحب سے پردہ نہیں کروں گی بہر حال ہر چیز پر ابا جان کی نگاہ ہوتی تھی۔ میرا نہیں خیال کہ ہماری مائیں بھی اتنا دیکھتی ہوں گی۔“

”ابا جان نے اپنے نفس کو بہت زیادہ قابو میں رکھا اور ہمیں بھی رکھوایا۔ حضرت میاں بشیر احمد صاحبؒ کا گھر ہمارے گھر کے نیچے تھا شاید دس بارہ سیڑھیاں ہوں گی۔ ہمیں اجازت نہیں تھی کہ حضرت میاں بشیر احمد صاحبؒ کے گھر ہم بغیر ابا جان کو فون کئے، بغیر اجازت لئے کھینے کے لئے جائیں بے شک اُن کے بچے بھی ہمارے جتنے ہی تھے۔ ہم فون کرتے کہ ابا جان میں نے عمو صاحب کے یہاں جانا ہے تو کہتے کہ ہاں چلی جاؤ اور جب واپس آؤ گی تو تم نے مجھے فون کر کے بتانا ہے۔ میں وقت نوٹ کروں گا کہ کتنی دیر کے بعد آئی ہو۔ خیر باقیوں کو بھی کہتے ہوں گے کیونکہ میں اُن کے پاس

نہیں تھی۔ میں تو اپنے گھر سے فون کرتی تھی لیکن مجال ہے کہ ایک منٹ مجھے ادھر سے ادھر ہونے دیں۔ چچا کا گھر تھا لیکن اجازت نہیں تھی ہمیں کہ ہم جب بھی چاہا دروازہ کھولا، باہر نکل گئے، رات کو دو بجے آگئے، یہ کام نہیں تھا۔ اس بات کو دوبارہ واپس لائیں۔ اس چیز کو دوبارہ واپس لائیں اپنے بچے سنبھالیں۔ دوسری چیز یہ کہ ابا جان کہتے تھے کہ ”ہمیں یہ بھی اجازت نہیں تھی کہ گھر میں بغیر اجازت داخل ہوں۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ دیکھو میاں تم اب بڑے ہو گئے ہو۔ جب تم گھر میں داخل ہوتے ہو تم تمہیں دروازہ کھٹکھٹا کر آنا ہے۔ اس لئے کہ تمہاری والدہ کے پاس بیٹیاں بیٹھی ہوتی ہیں۔ کسی کے سر پر دوپٹہ نہیں ہوتا یا اتر جاتا ہے یا جو بھی وجہ ہو تو میں نہیں پسند کرتا کہ جو تمہاری والدہ کے پاس بیٹیاں آتی ہیں ان کے سر ننگے ہوں اور تم گھر میں ہو۔ ٹھیک ہے کہ گھر تمہارا ہے لیکن تم نے اس چیز کی احتیاط کرنی ہے۔ اور اب آج کے دور میں میاں کے دوستوں سے نہیں پردہ، فلاں سے نہیں پردہ، فلاں سے نہیں۔ میں تو جو حالت دیکھتی ہوں مجھے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ کہ وہ بندہ جس نے اتنی تکلیف اٹھائی ہے وہ آپ نے نہیں دیکھا وہ میں نے دیکھا ہے جس طرح حضرت مصلح موعودؑ کا خون بہہ رہا تھا، جس طرح چلتے ہوئے وہ اپنے گھر آرہے تھے اس ساری دیوار پر خون تھا۔ سیڑھیوں سے نیچے زیادہ خون تھا اس پر پولیس نے ٹوکے ڈالے ہوئے تھے، ڈھانک کے رکھا ہوا تھا۔ ان چیزوں کا تو خیال کریں۔ یہ ٹھیک ہے آپ کو بھی حضرت مصلح موعودؑ سے محبت ہے کیونکہ خلیفہ وقت تھے وہ۔ لیکن اس بارے میں بارہا سوچتی ہوں کہ کیا ان کی توقعات پر ہم پورا اتر رہے ہیں؟“

”مجھے یاد ہے سندھ میں قیام کے دوران ابا جان رات کو کہانی سنارہے تھے، اور آپ اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کی

کی حیات طیبہ کے واقعات سناتے تھے۔ (سندھ میں مجھ پر بہت تھے۔ ایک دن میری مسہری میں مجھ پر آگئے اور میں مجھ پر مار رہی تھی) کہ میرے کان میں آواز پڑی کہ آپ کے دانت مبارک شہید ہو گئے۔ میں اس وقت شاید آٹھ یا نو برس کی ہوں گی۔ میں نے جلدی سے ابا جان کی طرف دیکھا۔ میں نے کہا ابا جان اگر میں ہوتی تو میں اس آدمی کی ہڈیاں توڑ دیتی۔ مگر مجھے اپنے باپ کی وہ آنکھیں، وہ چہرہ زندگی بھر نہیں بھولے گا، جب آپ نے مجھے دیکھ کر کہا تم خدا کا شکر ادا کرو، تم اس دور میں ہو، اس دور کو دنیا ڈھونڈے گی۔ لیکن میں نہیں دیکھ رہی کہ ہمارے احمدی اس دور کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ وہ کیا امیدیں لے کر گئے تھے۔ وہ کیا قربانیاں کر کے گئے تھے۔ انہوں نے اپنے بیوی بچوں کو پیچھے چھوڑا، جب چاقو لگا تو تیسرے چوتھے دن ابا جان حضرت چھوٹی آپا صاحبہؑ سے پیغام لکھوا رہے تھے، ہم بھی بیٹھے ہوئے تھے جب آپ اس فقرے پر آئے کہ مجھے جماعت احمدیہ سے اپنی بیویوں اور بچوں سے زیادہ محبت ہے۔ مجھے یاد ہے میں رو پڑی جب یہ خط ختم ہوا تو میں نے کہا ابا جان! آپ نے یہ کیوں کہا کہ ہم سے نہیں ہے۔ آپ نے کہا کہ ہاں حقیقت یہی ہے کہ مجھے جو جماعت سے محبت ہے وہ تم لوگوں سے نہیں۔ میں جماعت سے بہت پیار کرتا ہوں۔ اس پیار کو یاد رکھیں۔ ان چاقوؤں کو یاد رکھیں۔ ان کے گھروں پر دفتروں پر چھاپے مارے گئے ان کو یاد رکھیں۔ اب کی بتاؤں اور کیا نہ بتاؤں۔ کیونکہ آپ نے ان باتوں کو تاریخ میں بھی پڑھا ہو گا۔ میں ایک عام انسان ہوں تقریر وغیرہ نہیں کرتی جو بات میرے سامنے ہو مجھے الحمد للہ یاد رہتی ہے لیکن آپ سوچیں تو سہی کہ اب کہاں ہم جا رہے ہیں۔ یہ اگر اس وجود کا جلسہ ہے تو آپ وعدہ کریں کہ ہم ہر قربانی دیں گے جو آپ نے کہا ہے اس کے مطابق ہم ہر قربانی دیں گے۔“

حضرت مصلح موعودؑ کی اپنی والدہ ماجدہ سیدہ حضرت اماں جانؑ سے بے پناہ محبت و احترام کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتی ہیں:

”آپؑ اپنی والدہ ماجدہ سیدہ حضرت اماں جان کا بہت احترام کرتے اور بہت خیال رکھتے تھے۔ اپنی بیگمات سے بھی یہی چاہتے تھے کہ وہ حضرت اماں جانؑ کا خیال رکھیں۔ آپ کو فراغت ہوتی تو آپ حضرت اماں جانؑ کے پاس بیٹھ جاتے۔ آپ کو کئی واقعات سناتے، کہانیاں سناتے۔ آپ کی طبیعت میں سادگی تھی یہ کبھی نہیں کہتے تھے کہ مجھے کھانا پسند نہیں آیا یا یہ نہیں آیا پسند جیسا کہ بعض مرد کرتے ہیں، آپ گھر پہ اگر کوئی پھل پڑا ہوتا تو اُس سے روٹی کھا لیتے تھے اگر وہ نہیں ہوتا تھا تو حضرت اماں جانؑ کے پاس اپنی ماں کے پاس بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔ اور اماں جانؑ حضرت مصلح موعودؑ کو دیکھ کر آواز دیتی تھیں۔ ”بانو! پیڑھی رکھ میاں آئے ہیں۔“ اس طرح ماں بیٹا پیڑھی پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔ آپ سوچیں تو سہی اس سادگی کو، خدا تعالیٰ نے اُن کو کیا مقام عطا کیا تھا۔

آپؑ سے متعلق پیشگوئیاں آپ نے ضرور پڑھی ہوں گی آپ جانتی ہیں اُن کے مقام کے بارے میں۔

ابا جان کی یہ بات میں نے اپنے کانوں سے سُنی وہ یہ کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے قسم کھائی کہ میں اپنے خاندان کے اُن لوگوں کے گھر کھانا نہیں کھاؤں گا جو دین کا کام نہیں کرتے اور اگر کسی مجبوری سے کھایا تو میں پانچ روپے صدقہ دوں گا اور ایک روزہ رکھوں گا۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اُس وقت کے حساب سے پانچ روپے کتنی بڑی رقم ہوگی۔ سو یہ تھا آپ کا دین سے شغف کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔“

”حضرت مصلح موعودؑ خدام پر شفقت فرماتے بے شک ہر قسم کا انتظام ہوتا پھر بھی ہم سفر عملہ کا خود بہت خیال رکھتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے اُن کے لیے کھانا نکالتے۔ کھانے کے لوازمات میں سے ہر چیز ہر فرد کو اپنے ہاتھ سے دیتے تھے۔ بی بی صاحبہ فرماتی ہیں کہ سُننے والوں کو چاہئے کہ اپنے ہاتھ بھی کھولیں اور اپنے دل بھی کھولیں۔“ (یعنی دوسروں کے لئے فراخ دل بنیں۔)

پیاری بہنو! اُمید ہے آپ اِن نہایت قیمتی موتیوں کو اپنے دامن میں سمیٹیں گی اور اپنے گھروں اور اپنی نسلوں کو نیکی اور تقویٰ کی اُن راہوں پر چلائیں گی جن کی خلفائے احمدیت نے ہم سے اُمیدیں باندھی ہوئی ہے اور جن کے باعث ہی ہم سچے مطیع خلافت ہونے کا حق ادا کرنے والے بن سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِسکی توفیق عطا فرمائے (آمین)

حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کے ساتھ خوشگوار یادیں

بشریٰ نذیر آفتاب

بنت نذیر احمد خادم

ریجنل صدر پیری ریجن

کو اُس وقت ملا جب خاکسار 1992ء میں دینی و دنیاوی تعلیم کی پیاس بجھانے کے لیے مرکز احمدیت ربوہ میں آئی۔ جامعہ نصرت ڈگری کالج میں تھرڈ ایئر میں داخلہ کے بعد خاکسار حضرت چھوٹی آپا سے ملنے کے لیے اُن کی رہائش گاہ پر گئی۔ دستک دینے کے بعد ملازمہ نے دروازہ کھولا تو میں نے اندر آنے کی اجازت چاہی اور آنے کا مدعا بیان کیا۔ اجازت ملنے کے بعد صحن میں حضرت چھوٹی آپا کا انتظار کرنے لگی۔ کچھ ہی دیر میں نہایت باوقار اور بارعب شخصیت کی مالک حضرت چھوٹی آپا میرے سامنے تھیں۔ حال احوال کے بعد اپنے آنے کا مقصد بیان کرتے ہوئے بتایا کہ خاکسار دور دراز کے علاقے بہاولنگر کے ایک گاؤں چک 7/184R سے آئی ہے اور یہ کہ خاکسار کا جامعہ نصرت ڈگری کالج میں داخلہ ہو گیا ہے۔ میری شدید خواہش ہے کہ اس دوران میں کالج جانے سے قبل آپ کے پاس آؤں۔ میں نذیر احمد خادم صاحب کی بیٹی ہوں۔ میری ساری بات سن کر کچھ توقف کے بعد فرمایا کہ گو میری صحت اجازت نہیں دیتی اور آج کل میں نئی بچیاں بھی نہیں لے رہی مگر چونکہ تم نذیر احمد خادم صاحب کی بیٹی ہو اور بہاولنگر کے ایک دور دراز علاقے سے آئی ہو اس لیے میں تمہیں ضرور پڑھاؤں گی تاکہ تم جو کچھ مجھ سے سیکھو وہ اپنے علاقے کی بچیوں کو سکھاؤ۔ سبحان اللہ! خرابی صحت کی پرواہ کئے بغیر اور اتنی مصروف زندگی اور بے شمار ذمہ داریوں کے باوجود میرے قرآنی علوم کے شوق کو دیکھتے ہی اجازت مرحمت فرمادی۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔

حضرت مریم صدیقہ صاحبہ 7/ اکتوبر 1918ء کو حضرت میر محمد اسماعیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محترمہ امتہ اللطیف صاحبہ کے گھر پیدا ہوئیں۔ اپنے بزرگ والدین کی دعاؤں کا ثمر، نیک اور دین دار گھرانے میں پیدا ہونے والی یہ بچی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہو اور پسر موعود، حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی شریک سفر بنیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی بابرکت صحبت اور تربیت میں اس نیک سیرت اور علم دوست بچی نے اپنی صلاحیتوں کو مزید نکھارا۔ آپ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قرآن کریم کے علوم و معارف سیکھ کر بے شمار ممبرات لجنہ اماء اللہ میں تقسیم کئے۔ حضرت چھوٹی آپا جاذب نظر شخصیت کی مالک تھیں جو انسان ایک دفعہ آپ سے ملاقات کر لیتا وہ آپ کا گرویدہ بن جاتا۔ حضرت چھوٹی آپا نہایت دعاگو، قرآن کریم کی سچی عاشق اور اعلیٰ اخلاق کی مالک تھیں۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ انتظامی امور میں بھی آپ کا جواب نہ تھا۔ حضرت چھوٹی آپا سے یوں تو جب بھی ربوہ جانے کا موقع ملتا ملاقات رہتی۔ آپ سے ملاقات کر کے آپ سے دعائیں لینا اور آپ کی قیمتی نصائح سننا اچھا لگتا۔ آپ سے ملاقات کی وجہ سے خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دیگر خواتین سے بھی ملاقات ہو جاتی، خاص طور پر صاحبزادی امتہ القدوس صاحبہ سے۔ خدمت دین میں ہمہ تن کمر بستہ رہنے والی حضرت چھوٹی آپا کی صحبت میں رہنے کا موقع خاکسار

اگلے ہی روز آپ سے قرآن کریم کا ترجمہ سیکھنے کا عمل شروع ہو گیا۔ پہلا ہفتہ تو آپ نے ہر روز دو دو رکوع پڑھائے مگر بعد میں کہا کہ تم جلدی جلدی یاد کر لیتی ہو اس لیے زیادہ پڑھ لیا کرو۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ چند ہی ہفتوں کے بعد میں نے چھ چھ رکوع پڑھنے شروع کر دیئے۔

حضرت چھوٹی آپا نہ صرف ہمیں قرآن کریم کا ترجمہ پڑھاتیں بلکہ بہت سی قیمتی ہدایات سے بھی نوازتیں، بہت دعائیں دیتیں۔ اکثر اوقات میں کلاس ختم ہوتے ہی اٹھ جایا کرتی تاکہ آپ دوسری بچیوں کو پڑھا سکیں مگر میری خوش قسمتی تھی کہ کبھی کبھار آپا جان خود ہی زیادہ وقت دے دیتیں، کچھ باتیں کر لیتیں اور فرمایا کرتیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور سلسلہ کی کتب کا بہت مطالعہ کر کے اپنے علم کو وسیع کرو۔ ایک دن کہنے لگیں کہ تمہارے ابا تو بہت اچھا لکھتے ہیں تم بھی لکھا کرو۔ میرے بتانے پر کہ میں تشخیز الاذہان اور ہفت روزہ لاہور میں (بچوں کے کالم) میں تھوڑا بہت لکھتی ہوں، سن کر بہت خوش ہوئیں

جامعہ نصرت سے فارغ ہونے کے بعد جب بھی ربوہ جانے کا موقع ملتا اپنی چچی محترمہ وقار النساء صاحبہ (اہلیہ مکرم منیر احمد بسمل صاحب) کے ساتھ لجنہ ہال میں آپ سے ملاقات کرتی۔ 1997ء میں میں شادی کے بعد جرمنی آگئی تو پھر آپ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ اسی دوران 1999ء میں آپ کی وفات کا علم ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس شفیق اور مہربان ہستی کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ آمین۔ آپ علم کا سمندر تھیں۔ آپ نے سینکڑوں بچیوں اور لجنہ کے دلوں کو قرآن کریم کے نور سے منور کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے اندر جماعتی کاموں کا شوق پیدا کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی بے شمار شاگرد دنیا بھر میں آپ کی دی ہوئی تربیت اور نصائح کے مطابق خدمت دین بجالا رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے خاکسار کو بھی آپ کی ہدایات

کی روشنی میں مقامی اور ضلعی سطح پر قرآن کریم کا ترجمہ اور تفسیر پڑھانے کی توفیق مل رہی ہے۔ الحمد للہ علی ذالک

حقیقت یہ ہے کہ حضرت چھوٹی آپا جیسے بابرکت وجود روز روز دنیا میں پیدا نہیں ہوتے۔ آپ کو ایک لمبا عرصہ بطور صدر لجنہ اماء اللہ مرکز یہ ربوہ کے کام کرنے کی توفیق ملی — آپ کی ولولہ انگیز قیادت، آپ کی محبت قرآن، آپ کی روح پرور تقاریر اور آپ کی علمی تحریریں اس بات کا زندہ ثبوت ہیں کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حضرت میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمام دعائیں آپ کی مریم صدیقہ کے حق میں قبول فرمائیں اور حضرت چھوٹی آپا کی یہ دعا بھی لاریب پوری ہوئی۔

میرانا م ابانے رکھا ہے مریم
الہیٰ تُو صدیقہ مجھ کو بنا دے

حضرت سیدہ چھوٹی آپا کے ساتھ رُوح پرور لمحات

شمینہ طاہر

احمدیہ ابوڈ آف پیس

حاصل کئے۔ عربی زبانی، صرف و نحو اور قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر آپ نے حضرت مصلح موعودؑ سے سیکھے۔ آپ فرماتی ہیں کہ شادی کے اگلے دن ہی حضرت مصلح موعودؑ نے مجھے کچھ لکھوانے کے لئے قلم دیا اور پھر مجھے قلم تھما ہی دیا۔ آہستہ آہستہ اتنا تیز لکھنے کی عادت ہو گئی کہ حضور کی جلسے کی تقریر بھی ساتھ ساتھ نوٹ کر لیتی تھی۔ قرآن کریم کی تفسیر کے نوٹس لینے کی عادت بھی مجھے حضورؑ نے ہی ڈالی۔ آپ فرماتے کہ ایک ایک لفظ لکھنا جو بعد میں حضور ملاحظہ فرمایا کرتے تھے۔

1942ء میں آپ نے حضرت سیدہ ام ناصر صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ کے ساتھ بطور جنرل سیکرٹری لجنہ کے کام کا آغاز کیا۔ آپ حضرت سیدہ ام ناصر صاحبہ کی وفات کے بعد صدر لجنہ کے عہدہ پر فائز ہوئیں اور 1999ء تک مسلسل قابل قدر تاریخ ساز خدمت کی توفیق پائی۔

آپ جامعہ نصرت برائے خواتین میں ڈائریکٹر کے عہدے پر بھی فائز رہیں۔ نصرت انڈسٹریل ہوم کا قیام، ربوہ میں فضل عمر ماڈل سکول کا اجراء اور جامعہ نصرت سائنس بلاک کا آغاز آپ کی علم دوستی کی مثال ہیں۔

خاکسار کو میٹرک کے بعد اپنی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھنے کے لئے آپ کے گھر میں آپ کی صحبت میں رہتے ہوئے پڑھائی کے ساتھ آپ کی خدمت کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ آپ اُن دنوں قصر خلافت میں رہائش پذیر تھیں۔ مجھے گاؤں کی زندگی کے برعکس وہاں کا ماحول بالکل مختلف لگا۔ میں کافی گھبرائی ہوئی اور پریشان تھی۔ آپ نے پُر شفقت انداز میں ایک شفیق روحانی ماں کی طرح بہت حوصلہ افزائی فرمائی۔ آپ نے فرمایا میرے پاس دور دراز سے بچیاں پڑھائی کے لیے آتی رہتی ہیں۔ جب تعلیم و تربیت کی غرض سے بچیاں میرے گھر آتی ہیں تو میں بہت خوشی محسوس کرتی ہوں۔ آپ کی صحبت میں رہتے ہوئے خاکسار نے آپ کو بہت خدا ترس، بااخلاق، سادہ مزاج اور عاشق رسول بزرگ تھیں۔ آپ نے ازراہ شفقت میری کتابوں سے لے کر ہر چھوٹی سے چھوٹی سے ضرورت اور تعلیم و تربیت کا خاص خیال فرمایا۔ مجھے کبھی بھی آپ کے گھر میں پرانے پن کا احساس

چند ہی دن کی جدائی ہے یہ مانا لیکن
بد مزہ ہو گئے یہ دن بخدا تیرے بعد
یہ دُعا ہے کہ جدا ہے کہ بھی خدمت میں رہوں
زندگی میری رہے وقف دُعا تیرے بعد
(ذِردن)

خاکسار آج ایک ایسی شہزادی کا ذکر خیر کر رہی ہے جو جماعت احمدیہ میں حضرت چھوٹی آپا کے نام سے معروف ہیں۔

1918ء میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؒ کے گھر میں ایک پاک بٹی پیدا ہوئی جس کا نام مریم صدیقہ رکھا گیا۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؒ حضرت میر ناصر نواب صاحبؒ کے فرزند ارجمند اور حضرت اماں جانؒ کے بھائی تھے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ کا ایک خاص راز و نیاز کا تعلق تھا۔ حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی پیدائش پر آپ کے والد محترم نے آپ کو خدا تعالیٰ اور اُس کے سلسلہ کے لیے وقف کرنے کی نیت سے بچی کا دوسرا نام ’نذر الہی‘ بھی رکھا تھا۔

30 ستمبر 1935ء کو آپ جب حضرت مصلح موعودؑ کے عقد میں آئیں تو آپ کی تربیت کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ آپ فرماتی ہیں کہ میری شادی کی پہلی رات میں زیادہ تر عشق الہی کی باتیں تھیں۔ گویا مجھ سے ایک طرح کا یہ عہد لیا جا رہا تھا کہ میں دعاؤں اور ذکر الہی کی عادت ڈالوں، دین کی خدمت کروں اور حضرت خلیفۃ المسیحؑ کی عظیم ذمہ داریوں میں آپ کا ہاتھ بٹاؤں۔ حضرت مصلح موعودؑ نے شادی کے بعد بار بار اس خیال کا اظہار فرمایا کہ میں نے تم سے شادی خدمت دین کی غرض سے بھی کی ہے۔ (الفضل 25 مارچ 1966ء)

حضرت مصلح موعودؑ نے شادی کے بعد بھی آپ کی تعلیم کے سلسلے کو جاری رکھا۔ بی اے کے بعد ایم اے عربی کی ڈگری حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ دینی علوم بھی

نہیں ہوا۔ آپ کے گھر کے پاکیزہ اور بابرکت ماحول اور آپ کی سحر انگیز شخصیت اتنی متاثر کن تھی کہ خاکسار چند دنوں میں ہی آپ سے بہت مانوس ہو گئی۔

آپ عبادت کا خاص التزام فرماتیں۔ تہجد کے لئے بیدار ہوتیں، نوافل ادا کرتیں اور بہت رقت سے دعائیں کرتیں اللہ تعالیٰ سے آپ کی دُعاؤں اور راز و نیاز کی آواز کبھی کبھار مجھے ان کے کمرے سے باہر بھی سنائی دیتی۔ آپ کے گھر کا ماحول بہت برکت والا تھا گویا رحمت کے فرشتوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہو۔ یہ آپ کی تربیت کا اثر تھا کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے وقت کا دھیان رہتا۔ آپ روزمرہ کے کاموں میں نظم و ضبط قائم رکھنے اور ہر کام وقت پر کرنے کی طرف توجہ فرماتیں۔ فجر کی نماز کی ادائیگی کے بعد تھوڑی دیر کے لئے آرام فرماتیں۔ صبح ساڑھے سات بجے ناشتہ کرتیں، ناشتہ بہت ہلکا پھلکا ہوتا جس میں ایک سیب کارن فلیکس اور بغیر چینی کے ایک کپ چائے لیتیں۔ آپ ناشتہ کر ہی رہی ہوتیں کہ بہنیں آپ کی ترجمۃ القرآن کلاس میں شامل ہونے کے لئے آنا شروع ہو جاتیں۔ اور ابھی پہلی کلاس جاری ہی ہوتی کہ دوسری کلاس کے لئے بہنوں کے آنے کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ دفتر میں کام کے علاوہ آپ کا معمول تھا کہ گھر میں بھی دفتری معاملات اور ڈاک ملاحظہ فرماتیں۔

آپ کے دل میں خلافت کے لئے بے حد عقیدت اور احترام تھا۔ حضرت مصلح موعودؑ کی وفات کے بعد حضرت مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مرزا طاہر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ دونوں رشتے میں آپ کے بیٹے تھے۔ خاکسار نے اپنی آنکھوں سے یہ نظارے بھی دیکھے کہ ایک ماں کا اپنے بیٹوں کے ساتھ خلیفۃ المسیحؑ کی حیثیت سے تعلق عجیب فدائیت کا رنگ لئے ہوتا اور محبت کا اظہار انتہائی خادمانہ ہوتا۔ دربارِ خلافت کے ہر حکم کو مکمل شرح صدر سے ماننا اور عمل کرنا آپ کی اولین ترجیح ہوتا۔

حضرت مصلح موعودؑ کے وجود کی برکت اور آپ کی اعلیٰ تربیت اور پاک صحبت کا گہرا اثر تھا کہ آپ نے دینی فرائض کی انجام دہی میں ساری دنیا کی خواتین کے لیے فرنٹ لائن مجاہدہ کے طور پر بے مثال نمونہ پیش فرمایا۔ آپ بہت کم آرام فرماتیں۔ خاکسار کو یاد ہے کہ جب گرمیوں کی سخت دوپہر میں سب گھر والے آرام کر رہے ہوتے اور آپ اپنے کمرے میں لکھنے میں مصروف ہوتیں۔ آپ کی نازک اور خوبصورت انگلیوں میں اللہ تعالیٰ نے ایسا جادو رکھا تھا کہ ایک سادہ کاغذ پر برق رفتاری سے الفاظ کے موتی پرو دیتیں۔ تاریخِ لجنہ اماء اللہ کی پہلی پانچ جلدیں بھی آپ کی محنت اور کاوش کا زندہ ثبوت ہیں۔

آپ خدمتِ خلق کے جذبے سے سرشار رہتیں۔ اکثر خاکسار کو فرمائیں شمینہ

میں نمازِ ظہر کے بعد اپنے کمرے میں لکھنے میں مصروف ہوتی ہوں اگر تھوڑی دیر کے لئے لیٹ بھی جاؤں تو میں زیادہ گہری نیند میں نہیں ہوتی، تمہارے چلنے پھرنے اور کام کرنے کا اندازہ مجھے ہوتا رہتا ہے۔ اگر باہر صحن میں کسی عورت کو دیکھو جو ملنے کے لئے آئی ہو تو اُس کو کبھی اندر آنے سے منع نہ کرنا۔ کیا پتہ بیچاری کن حالات میں گرمی میں اپنے گھر کے کاموں سے فارغ ہو کر نکلی ہو۔ آپ کی ذات کی ایک نمایاں خوبی آپ کی بے نفسی تھی۔ باوجود اپنی طبیعت کی خرابی کے ہر ایک کی شادی غمی میں شریک ہوتیں۔ یہ عظیم الہمت ہستی دوسروں کی ترجیحات کو اولیت دینے کے لیے ہر لمحہ کمر بستہ رہتیں۔ کئی بار خاکسار کو حضرت چھوٹی آپا جان کے ساتھ غرباء کے کوارٹروں میں بچیوں کی شادیوں پر جانے کا موقع ملا۔ محلے میں کئی بار گلیوں میں پانی اور گڑھے ہونے کی وجہ سے راستہ خراب بھی ہوتا تو وہاں سے پیدل چل کر مطلوبہ گھر تک پہنچ جاتیں۔ گھر میں داخل ہوتے ہی سب خواتین میں گھل مل جاتیں اور چارپائی پر بیٹھ کر دلہن کو اپنے ساتھ بٹھا لیتیں۔ سر پر دستِ شفقت رکھتیں اور دُعا لیتیں۔ ہر ایک کے ساتھ شفقت اور حُسنِ سلوک سے پیش آنا آپ کا طرزِ امتیاز تھا۔

بزرگوں کا ادب، چھوٹوں سے شفقت سے پیش آنا، سگے سوتیلے رشتوں میں فرق نہ کرنا اور سوتیلے رشتوں سے بے مثال محبت کا سلوک خاندانِ مسیح موعودؑ کی بلند شان اور اعلیٰ ترین روایات ساری جماعت کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔

خاکسار کو یاد ہے کہ آپ کے بچے جب آپ کے گھر ملنے آتے تو آپ والہانہ انداز میں استقبال کرتیں، بہت خوش ہوتیں اور آپ کا چہرہ خوشی سے کھل اُٹھتا۔ ایک مرتبہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ خلافت سے قبل اپنی حرمِ حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ کے ساتھ آپ سے ملنے آئے۔ ایک دم خوشی سے آپ کا چہرہ تھمٹا اُٹھا۔ آپ ”میاں طاری آئے ہیں“ کہہ کر والہانہ انداز میں آگے بڑھیں۔ اور سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ کو خود صوفے پر بٹھایا۔

آپ کے دل میں خاندانِ مسیح موعودؑ کے افراد سے بے لوث محبت تو تھی ہی لیکن جماعت کی خواتین، غرباء اور کارکنان سے بھی خاص طور پر محبت کا اظہار فرماتیں۔ جب آپ کے باغات سے آم کی پیٹیاں آتیں۔ سب کے گھروں میں تحفے کے طور پر بھیجتیں۔ عید کے موقع پر سب کو عیدی بھیجتیں۔ خدمتِ دین کرنے والوں سے بہت محبت کا سلوک فرماتیں۔

حضرت سیدہ چھوٹی آپا کو رشتوں کے تقدس کا بے حد خیال رہتا۔ اکثر شام کو نمازِ عصر کے بعد آپ حضرت نواب امتہ الحفیظہ بیگم صاحبہؒ اور خاندان کے دیگر بزرگان سے ملنے تشریف لے جاتیں۔ حضرت نواب امتہ الحفیظہ بیگم صاحبہؒ کو

بوصاحب“ کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں۔ خاکسار کو یاد ہے کہ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کے گھر کے صحن میں موتیوں کی کلیوں کے پودے لگے ہوئے تھے۔ پورا وقت صحن میں کلیوں کی خوشبو فضا کو معطر رکھتی۔ خاکسار کا معمول تھا کہ صبح صبح کلیاں توڑ کر فرج میں رکھ کر کالج چلی جاتی تھی۔ دوپہر میں بیٹھ کر موتی کی کلیاں پر ولیتی۔ اور عصر کے بعد حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کی خدمت میں بھی پیش کرتی۔ اور دُعا کی غرض سے ”حضرت بوصاحب“ کی خدمت میں بھی حاضر ہوتی۔ ایک مرتبہ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ نے گھر سے ہو کر آئیں تو فرمایا آج ”بوصاحب“ تمہارا پوچھ رہی تھیں۔ اس کے بعد جب بھی موقع ملتا میں شام کو کلیاں لے کر ”بوصاحب“ کی خدمت میں حاضر ہوتی۔ آپ کے دروازے پر جا کر اونچی آواز میں سلام کرتی۔ ”بوصاحب“ فرماتیں۔ ثمنینہ اندر آجاؤ۔ پھر فرماتیں تم چھوٹی آپا کی ثمنینہ ہو سیدھی میرے کمرے میں آجایا کرو۔ میں ”بوصاحب“ کے پاس بیٹھ جاتی۔ آپ بہت پیار اور شفقت کا سلوک فرماتیں۔ گرمیوں کے دنوں کی بات ہے کہ خاکسار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو بوصاحب نے کٹا ہوا خربوزہ اپنے ہاتھ سے کٹوری میں ڈال کر دیا اور فرمایا ”لو کھاؤ بہت ٹھنڈا اور میٹھا ہے“۔ مجھے آج بھی اُس خربوزے کی مٹھاس یاد ہے۔ خاکسار عرض کرتی ”بوصاحب“ مجھے اپنا نام ثمنینہ بہت اچھا لگتا ہے کیونکہ آپ یہ نام لے کر مجھے حکم فرماتی ہیں۔

حضرت سیدہ چھوٹی آپا صاحبہ کا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دیگر ازواج کے ساتھ سلوک بے حد متاثر کن تھا۔ آپ کا انداز دل کو چھو لینے والا تھا۔ ایک مرتبہ آپ فیملی روم میں تشریف فرما تھیں۔ کہ حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ تشریف لائیں۔ آپ اُن کو دیکھ کر بہت زیادہ خوش ہوئیں۔ اُن کو اپنی جگہ پر بٹھاتے ہوئے فرمایا ”بشری تمہاری طبیعت خراب تھی۔ آنے سے پہلے مجھے بتادیا ہوتا۔ میں تمہارے گھر آجاتی۔“ سیدہ مہر آپا صاحبہ نے بہت لاڈ سے فرمایا چھوٹی آپا آپ کو دیکھنے کا دل چاہ رہا تھا اس لئے ملنے چلی آئی۔

خاکسار کو یاد ہے کہ ربوہ میں خلیفہ وقت کی موجودگی میں ہر وقت رحمتوں اور برکتوں کا نزول رہتا۔ پورے شہر میں رونق اور چہل پہل رہتی۔ مگر جمعہ کا دن گویا عید کا دن ہوتا تھا۔ قصر خلافت سے مسجد اقصیٰ تک تمام راستوں پر خدام کی ڈیوٹیاں لگی ہوتیں۔ خلیفہ وقت کی آمد کا انتظار ہوتا اور ایک سیل رواں نماز جمعہ کی ادا یگی کے لئے مسجد اقصیٰ کی طرف رواں دواں ہوتا۔ ہر گھر میں نماز جمعہ کی تیاری ہو رہی ہوتی۔ اور حضرت سیدہ چھوٹی آپا کے گھر کا بھی یہی معمول تھا۔ ان

دنوں ربوہ میں استعمال کے لئے نمکین پانی زیادہ ہوتا تھا اور میٹھا پانی کم ہوتا تھا۔ خاکسار کو یاد ہے کہ آپ تھوڑا سا میٹھا پانی کیتلی میں گرم کروائیں پھر اُس میں تھوڑا ٹھنڈا پانی ملا تیں اور خاکسار آپ کے بالوں میں تھوڑا تھوڑا پانی ڈالتی جس سے آپ اپنے سر کے بال دھو لیتیں۔ ساتھ ساتھ فرماتیں کہ پانی تھوڑا تھوڑا ڈالو تاکہ زیادہ ضائع نہ ہو سب کے کام آجائے۔ اس کے بعد نمکین پانی سے غسل فرماتیں۔ اس کے بعد ہم اکٹھے نماز جمعہ کے لئے مسجد اقصیٰ جاتے۔ کئی بار آپ کے ساتھ صف میں کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے کا موقع ملا۔ آپ بہت تحمل اور خشوع و خضوع سے نماز ادا کرتیں جو ہم سب خواتین کے لئے ایک نمونہ ہے۔

اسی طرح کئی بار آپ کے سر میں تیل ڈالنے کا بھی شرف نصیب ہوا۔ آپ بہت مہربان اور مہمان نواز خاتون تھیں۔ ایک بار لاہور سے آپ کی ایک ملنے والی خاتون کا ٹیلی فون آیا کہ ہم ربوہ آرہے ہیں۔ آپ کے گھر میں ٹھہرنا چاہتے ہیں۔ آپ کے گھر میں زیادہ جگہ نہیں ہے آپ کو تنگ کرنے والی بات ہوگی اس پر آپ نے بہت گرمجوشی اور محبت سے فرمایا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کا اپنا گھر ہے دوسری بات یہ کہ جگہ دل میں ہوتی ہے آپ ضرور تشریف لائیں۔ اس کے بعد جلدی جلدی تمام انتظام مکمل کروائے۔ آپ کے گھٹنے میں تکلیف تھی۔ باوجود اس کے خوشی خوشی زمین پر اپنا بستر لگوا یا اور مہمان خاتون کو اپنا بستر دے دیا کہ اُن کو کوئی تکلیف نہ ہو۔

آپ بہترین انتظامی صلاحیتوں کی مالک تھیں۔ حسن اخلاق اور اپنے پاکیزہ کردار کے لحاظ سے آپ احمدی خواتین کے لیے ایک عظیم نمونہ ہیں۔ خاکسار نے آپ کو جلسہ کے دنوں میں خاص طور پر بے حد مصروف پایا۔ جماعتی مصروفیات کے علاوہ گھر میں جلسہ کے مہمانوں کے ٹھہرانے سے لے کر اُن کے کھانے پینے اور آرام کے تمام انتظامات اپنی نگرانی میں کروائیں۔

خاکسار کو یاد ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ آپ کے گھر تشریف لائے۔ خاکسار نے اپنی ڈائری پیش کرتے ہوئے عرض کیا حضور مجھے کچھ نصیحت فرمائیں۔ حضورؒ نے ازراہ شفقت تحریر فرمایا ”خدا آپ کو ہمیشہ اپنی رحمت کے سائے میں رکھے۔ الحمد للہ خلیفہ وقت کی یہ دُعا ہمیشہ میری زندگی میں میرے ساتھ رہی ہے۔“

حضرت سیدہ چھوٹی آپا صاحبہ کے بابرکت وجود کی شان تھی کہ آپ کے گھر کے ماحول میں ہر لمحہ روحانی ماندہ بانٹا جاتا جس سے ہر آنے والا فیض یاب ہوتا۔ خاکسار کو رمضان کے بابرکت ایام میں حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کے ساتھ مسجد

مبارک میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعیؒ کے درس القرآن سننے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اسی طرح حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کے گھر میں بھی درس القرآن ہوتا جس میں خاکسار کو شامل ہونے کی توفیق ملتی رہی۔

حضرت سیدہ چھوٹی آپا صاحبہ بچیوں کی تربیت میں نظم و ضبط کا بہت خیال رکھتیں۔ مجھے یاد ہے کہ ہر سوموار کی شام کو حلقے کی لجنہ کا اجلاس ہوتا۔ جس کے لئے صبح ہی تیاری کرنے کا فرماتیں اور شام کو وقت پر جانے کی تلقین بھی فرماتیں۔

خاکسار کو ایک مرتبہ آپ کے ساتھ کراچی کا سفر کرنے کا موقع ملا۔ لجنہ کراچی کی آپ سے ملاقات تھی۔ گھر سے خاکسار بھی آپ کے ساتھ ہی مسجد گئی۔ اور وہاں جا کر ملاقات کرنے والی لجنہ کی لائن میں کھڑی ہو گئی۔ سب بہنیں آپ سے مصافحہ کر رہی تھیں۔ جب میری باری آئی تو آپ نے حیران ہو کر مجھے دیکھا اور فرمایا گھر سے میرے ساتھ ہی تو آئی ہو۔ میں نے عرض کیا کہ چھوٹی آپا مجھے بھی لائن میں لگ کر آپ سے ہاتھ ملانے کا شوق ہے۔ اس بات سے آپ بہت محظوظ ہوئیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی خواہش پوری کرنے کا یہ موقع دیا۔

خاکسار کا یہ کراچی کا پہلا سفر تھا۔ کراچی کے دورے کے دوران حضرت سیدہ چھوٹی آپا صاحبہ کے ساتھ متعدد دعوتوں اور لجنہ کے پروگراموں میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ نے بیٹیوں کی طرح میرا خیال رکھا۔ آپ نے ازرہ شفقت کراچی میں رہائش پذیر میرے رشتہ داروں کے گھر جانے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔

خاکسار کو یاد ہے کہ ایک دفعہ آپ اپنی چھوٹی بہن بی بی طیبہ صاحبہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ خاکسار بھی پاس ہی تھی۔ آپ اپنی بہن سے فرما رہی تھیں کہ مجھے اس بات کی بے حد خوشی محسوس ہوتی ہے۔ کہ سکینہ نے پڑھا لکھا کر اپنی بیٹیوں کی اچھی تربیت کی ہے۔ سچ بولنا اور محنت کرنا سکھایا ہے۔ خاکسار پاس ہی کھڑی تھی۔ اپنی والدہ کے بارے میں اتنا خوبصورت اظہارِ محبت سن کر ہماری والدہ کی ہم چھ بہن بھائیوں کی زندگیاں بہتر بنانے کے لیے جو قربانیاں تھیں ان کو یاد کر کے آنکھیں نم ہو گئیں۔

خاکسار کو یاد ہے کہ آپ فرماتیں کہ بچیوں کی شادیاں وقت پر ہو جائیں تو اچھا ہے تم بھی اب پرانے گھر جاؤ گی۔ کھانا پکانا سیکھا کرو اور سلائی کڑھائی بھی آنی چاہیے۔ ایک بار ایک چٹے ہوئے دوپٹے کو گونا گونا گراہی تھیں جس کے ساتھ موتیے رنگ کی جارچٹ کی میکش والی فراک اور سُرخ چوڑی دار پاجامہ تھا۔ فرمانے لگیں یہ دیکھو جب کوئی سلائی یا ٹانگا لگانا ہو تو سوئی میں ہمیشہ چھوٹا دھاگہ ڈالنا چاہئے۔ پھر فرمایا

جنوری تا اپریل 2021ء

’یہ جوڑا کیسا ہے‘۔ میں نے عرض کیا، چھوٹی آپا بہت خوبصورت جوڑا ہے۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا یہ تمہاری شادی کا جوڑا ہے لیکن ابھی تمہیں نہیں ڈونگی۔ وہ جوڑا تمبر کا اب بھی خاکسار کے پاس ہے اور اس کا گونا گونا کام ایسا ہے جیسے ابھی تیار کیا گیا ہو۔

ایک (Tea Set) جو فرانس سے کسی لجنہ نے تحفہ میں بھیجا تھا۔ آپ نے فرمایا میں نے یہ تمہاری شادی کے لئے رکھ لیا ہے۔ آپ بہت معاملہ فہم اور زیرک خاتون تھیں۔

خاکسار کو یاد ہے کہ بی اے کے امتحان قریب تھے۔ میری انگلش کے پرچے کی تیاری اچھی نہیں تھی۔ آپ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ دوسرے مضامین کی تیاری کرو انگلش کا پرچہ بعد میں دے دینا۔ میں نے اسی طرح آپ کے حکم کے تعمیل کی اور انگلش کے علاوہ باقی مضامین کی تیاری شروع کر دی۔ جب رزلٹ آیا تو میں تمام دیگر مضامین میں پاس ہو گئی۔ آپ بہت خوش ہوئیں پھر فرمایا اب انگلش کے پرچے کی تیاری شروع کر دو۔ انہی دنوں محترمہ مسز فرخندہ شاہ صاحبہ آپ سے ملنے آئیں۔ آپ نے فرمایا کہ فرخندہ تھوڑا سا وقت نکال کر شمینہ کو اپنے گھر بلا کر اسکی انگلش کے پرچے کی تیاری کروادیں۔ یہ بھی اظہار فرمایا کہ دُور سے آئی ہے میں چاہتی ہوں کہ بی اے مکمل کر لے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل اور آپ کی دُعائیں تھیں۔ مسز شاہ صاحبہ نے بہت پیار سے پرچے کی تیاری کروائی۔ خاکسار انگلش کا پرچہ دے کر سیالکوٹ واپس آ گئی۔ حضرت سیدہ چھوٹی آپا جان نے اپنے ہاتھ سے خط لکھ کر انگلش کے پرچے میں پاس ہونے کی خوشخبری سے نوازا۔ اور پہلی لائن میں ہی لکھا تھا کہ مبارک ہو پاس ہو گئی ہو۔ پھر فرمایا دیر سے نہیں ملیں۔ آکر مل جاؤ اور اپنی ڈگری بھی لے جانا۔ اللہ اللہ! دل آپ کی محبت اور شفقت پر قربان۔ آپ پر لاکھوں سلام۔

آپ کی دُعاؤں کے اثر سے خاکسار نے خدا تعالیٰ کے فضل سے واپس سیالکوٹ آکر اُردو لٹریچر اور اسلامیات میں ماسٹر ز کیا اور اللہ تعالیٰ نے گورنمنٹ جاب سے بھی نوازا۔

ہمارے خاندان پر حضرت سیدہ چھوٹی آپا صاحبہ کی بے شمار شفقتیں رہی ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ جب آپ سیالکوٹ کے جماعتی دورے کے لئے تشریف لائیں تو اُس موقع پر میرے بھائی کی دعوتِ ولیمہ میں شرکت کے لئے ہمارے نواحی گاؤں ”اگوکی“ بھی تشریف آئیں۔ آپ کے ساتھ صاحبزادی قدسیہ بیگم صاحبہ اور صاحبزادی سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ بھی تھیں۔ وہ دن ہمارے خاندان کے لئے بہت خاص اور خوشی سے بھرپور تھا۔ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ نے فرمایا ’آج مجھے

یہ اظہارِ عقیدت بھی ہے جذباتِ محبت بھی

عطیہ عارف۔۔۔۔۔ ویسٹن ساؤتھ

اپنے بچوں کو خاوند کو بتایا کہ حضور نے عیدی بھیجی ہے۔ کسی کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ میں کہاں اور یہ محبت و پیار کا دلاسا کہاں۔

خدا تعالیٰ نے خلیفہ وقت کی دعاؤں سے مالی مسائل بھی حل کر دیئے۔ بیٹی کی شادی بھی خدا کے فضل سے باحسن ہو گئی۔ وہ نوٹ میں نے تبرکاً اپنے پاس ہی رکھے۔ میں نے اپنی لجنہ کی ممبرات کو یہ خوشخبری بھی خوشی خوشی سنائی۔ سب پوچھ رہی تھیں کہ تم نے خط میں کیا لکھا۔ کیسا خط لکھا کہ حضور نے تمہیں عیدی بھیجی۔

وہ نوٹ 2010ء میں مئیں نے چاروں بچوں کو 500-500 کے نوٹوں کی صورت میں دیئے۔ ناصر شہید اور عامر کا اکٹھا آفس تھا انہیں ایک ہزار کا وہی نوٹ دیا کہ اس کو اپنے کاروبار میں لگاؤ۔ مگر ناصر شہید نے وہ نوٹ تبرکاً اپنے والٹ میں ہی رکھا ہوا تھا۔

خدا تعالیٰ کا اتنا فضل میں نے دیکھا کہ ناصر کا والٹ ہمیشہ نوٹوں سے بھرا رہتا۔ میں اسکی گواہ ہوں کہ خدا نے اس کا پرس کبھی خالی نہیں ہونے دیا تھا الحمد للہ۔ ناصر کی شہادت پر وہ والٹ نہیں ملا اور مجھے اس نوٹ کے گم ہو جانے کا دکھ تھا۔ یہ سلسلہ محبت ایسا تھا کہ ناصر کی شہادت پہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو اُس نے خواب میں پیار کی تھپکی پاتے ہوئے ملاقات کی اور اس کی شہادت پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب سے فون پر بات کی۔ ہمیں حوصلہ اور ہمت پیار کی تھپکی دی۔

خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ اُس نے ہمیں خلافت کا سائبان بطورِ حصار دیا۔ الحمد للہ۔ خدا تعالیٰ ہمارے پیارے خلیفہ وقت کی عمر اور صحت میں برکت دے اور ہمیں اُن کے حکموں پر دل و جان سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور نسل در نسل ہمیں خلافت کے سایہ میں پروان چڑھائے۔ آمین۔

کاغذ کے دو (2) نوٹ مٹھی میں دبائے کہ مجھ سے کوئی چھین نہ لے اپنے ساتھ لگائے ٹپا ٹپا آنسو بہہ رہے تھے۔ اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں اور خلیفہ وقت کی طرف سے بھجوائی عیدی۔ یہ عیدی میرے لئے سب سے قیمتی اور سب سے انمول تحفہ تھی۔ جیسے ایک پیاسے کو ٹھنڈا مشروب مل جائے۔ ایک روٹے بچے کو دلاسا اور پیار مل جائے۔ یہ سب۔۔۔ ایک روحانی تعلق، ایک روحانی رشتہ، خلیفہ وقت سے جذبہ عقیدت۔۔۔ یہ اُن دیکھی محبت جو دلوں میں موجزن رہتی ہے اور اب تو MTA کے ذریعہ آنکھوں میں وہی تصویر۔ یہ عقیدت، یہ تعلق، یہ سب احمدیت کے حصار میں ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ رشتہ عقیدت جوڑنے سے پیدا ہوا اور ہم سب احمدیت کے پیار کی زنجیر میں پروئے ہوئے موتی اور خلفاء سے جڑا ہوا یہ رشتہ ہے جس کے باعث فاصلوں کو اہمیت نہیں، گھنٹوں، دنوں، سالوں کا عرصہ نہیں بلکہ لمحوں کا فاصلہ ہے۔

یہ 1997ء کا سال تھا ہم نے گلبرگ سے اپنا گھر فروخت کر کے ماڈل ٹاؤن ایم بلاک میں گھر خریدا۔ خاصا مشکل مرحلہ تھا اور انہیں دنوں میری بیٹی سمیعہ کا رشتہ بھی طے ہوا مگر جلد شادی کے لئے مالی مشکلات بھی تھیں۔ خاصا پریشانی کا وقت تھا۔ حضور کو خط لکھنے کی تو پرانی عادت تھی، اپنے مسائل، اپنے دکھ، اپنی تکلیف کے لئے دعا کی درخواست کرنے کی عادت نے ہر روز دعا کے لئے تحریر کرنے کی توفیق عطا کی۔ اس گھر میں ہماری پہلی عید الفطر تھی۔ اچانک گیٹ پر گھنٹی کی آواز سے میں دروازہ کھولنے پہنچی تو ایک بزرگ نے یہ دو ہزار کے نوٹ دے کر کہا اس کاغذ پر سائن کر دیں یہ حضور کی طرف سے آپ کو عیدی آئی ہے۔ میں حیران نوٹ لیے کھڑی گم گم۔ آنسو اُن نوٹوں پر ٹپ ٹپ کرنے لگے۔ الحمد للہ۔

اپنے الفاظ میں ان کی خوبیوں کے بیان کا عشرِ عشر بھی پیش نہیں کر سکی۔ اب ان الفاظ کے ساتھ آپ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے اپنی یادوں کے سفر کو یہاں پر ختم کرتی ہوں۔

ہو کس طرح سے اطاعت گزار یوں کا شمار

تمہارا ہر قدم اٹھانے کا امام کے ساتھ

خدا کرے کہ وہاں بھی تم ان کے ساتھ رہو

تمہارا نام ہے منسوب جن کے نام کے ساتھ

اپنی سکینہ کے گھر آکر بہت خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ میری امی جان مرحومہ کی خوشی کا بھی کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ امی جان نے حضرت سیدہ چھوٹی آپا صاحبہ کے لئے اپنے ہاتھ سے کھانا تیار کیا۔

حضرت سیدہ چھوٹی آپا جان کے ساتھ گزارے ہوئے سحر انگیز لمحات اور برکتوں والے دن ایسے ہیں کہ دل چاہتا ہے کہ دل تھم جائے اور خاکسار آپ کو نذرانہ عقیدت پیش کرتی رہے۔ خاکسار اس بات کا اعتراف کرتی ہے کہ حضرت سیدہ چھوٹی آپا جان جیسی عظیم ہستی کے بارے میں آپ کے شایانِ شان

صاحبزادی امتہ الجلیل بیگم صاحبہ

فرخ دلدار۔۔۔۔۔وان ایسٹ

سرزمین کینیڈا کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی، حضرت مصلح موعودؑ اور حضرت سیدہ ام طاہرہ صاحبہؑ کی بیٹی، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؑ کی بہن اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خالہ محترمہ و مکرمہ صاحبزادی امتہ الجلیل بیگم صاحبہ کینیڈا میں سکونت پذیر ہیں۔

ہم سب کی خوش نصیبی ہے کہ اُن کی بابرکت محبتوں سے ہم فیض یاب ہوتے ہیں۔ ہمارے اجلاسوں میں جب وہ رونق افروز ہوتی ہیں تو دل خدا تعالیٰ کی حمد سے بھر جاتا ہے کہ اس معزز ہستی کی زیارت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ خاص طور پر نئی نسل کے لئے اُن کا وجود اور اُن کا تعارف ایک نہایت قیمتی اثاثہ ہے۔

انہوں نے بیشتر صفات اپنی عظیم والدہ حضرت سیدہ ام طاہرہ سے لی ہیں۔ قربانی و ایثار، غریب پروری، بیمار پرستی، تیمارداری و خدمت گزاری اور مہمان نوازی اُن کا شیوہ ہے۔ غریبوں سے بے انتہا محبت اور عزت کرنے اور ہر ایک کا درد محسوس کرنے والا دل رکھتی ہیں۔ بے شمار لوگوں سے اُن کا رابطہ رہتا ہے اور سب کے دکھ درد میں شریک رہتی ہیں۔ دنیا کے کسی کونے میں کوئی تکلیف محسوس کرتا ہے تو اُن سے اپنی دل کی بات کہہ کر اُن کی دُعاؤں کا حصہ دار بنتا ہے۔

گھرداری کے سلیقے اور صفائی ستھرائی میں اپنی مثال آپ ہیں۔ کھانا پکانے میں ماہر ہیں۔ اُن کے ہاتھ میں ذائقہ بھی اپنی والدہ کا ہے۔ آپ نے عسر اور یسر میں اپنی وضع داری اور رکھ رکھاؤ کو ہمیشہ قائم رکھا۔ اپنی اولاد کی نہایت احسن رنگ میں تربیت کی اور اُن میں عاجزی، حیا، محبت و خدمت اور علم و عمل کی اعلیٰ صفات پیدا کیں۔

صاحبزادی امتہ الجلیل صاحبہ کی ذہانت و فطانت میں حضرت مصلح موعودؑ کی

واضح جھلک نظر آتی ہے۔ اپنے عظیم والد سے بے انتہا محبت و عقیدت رکھتی ہیں اور بچوں میں سب سے چھوٹی ہونے کی حیثیت سے اُن کی بے حد لاڈلی بھی تھیں اس لئے اُن کی یاد اور ذکر کرتے ہوئے بہت پیار اور محبت سے ہمیں اُن کی زندگی کے واقعات سناتی ہیں۔ ہم بہت خوش قسمت ہیں کہ اُن کے دلکش انداز میں اتنی خوبصورت اور تاریخی باتیں سننے کو ملتی ہیں اور یہ دلچسپ صحبتیں ہمیں حضرت مصلح موعودؑ کے عظیم دور میں لے جاتی ہیں۔

صاحبزادی امتہ الجلیل بیگم صاحبہ ایک بہت ہی ہمہ جہت شخصیت ہیں۔ لطیف حس مزاج سے مزین اُن کی شگفتہ شخصیت لوگوں کے ہالہ میں سچی رہتی ہے۔ اُن کی صحبت اور محفل اس قدر دلچسپ اور جاندار ہوتی ہے کہ بعض اوقات گھنٹوں بیٹھنے کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ اُن کے برجستہ جملے اور تبصرے اپنی مثال آپ ہوتے ہیں۔ حافظہ اس غضب کا پایا ہے کہ برسوں پرانی باتیں اپنی تمام تر بارکیوں کے ساتھ اُن کی یادداشت میں رقم ہیں۔ ایک نظر میں ہر چیز کا ادراک کر لیتی ہیں۔ جماعت کی عمومی کیفیت پر گہری نظر رکھتی ہیں اور جہاں تربیت کی ضرورت ہو وہاں اپنے قیمتی مشوروں سے نوازتی ہیں۔ شعر و ادب سے بہت لگاؤ ہے اور بہت اعلیٰ شعری و ادبی ذوق رکھتی ہیں۔

عمر کے تقاضوں کے تحت تندرستی اور بی بی جمیل میں البتہ کوئی خاص تعلق نہیں ہے مگر یہاں بھی اُن کی زندگی اور ہمت سے بھرپور شخصیت کا پلہ بھاری رہتا ہے۔ اور تندرستی نظریں جھکائے اُن کا ساتھ دینے میں ہی عافیت سمجھتی ہے۔ خدا تعالیٰ اُن کو صحت اور خوشیوں کے ساتھ ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے۔ آمین۔ اُن کے وجود سے ٹورانٹو آباد لگتا ہے۔

قابلِ فخر خواتین

امتہ الباسط باجھی

احمدیہ ابوڈ آف پیس

ہر فرد کی نگاہ ہے تابندہ آج بھی
فضلِ عمر ہے زندہ و پائندہ آج بھی

ملت کا آسمان ہے درخشندہ آج بھی
کہتا ہے کون، زیرِ زمین چھپ گیا ہے چاند

چاہنے کے باوجود وہ اُن خوبصورت لمحات کو یاد نہیں کر سکتیں جو قیمتی وقت انہوں نے اپنے ہوش و حواس میں ان معزز ہستیوں کے ساتھ گزارا تھا۔
22 اگست 1907ء کو میرے والد محترم حضرت چوہدری علی محمد صاحب بی اے، بی ٹی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کا شرف حاصل ہوا جب کہ اُن کی عمر صرف پندرہ (15) سال تھی۔ بیعت کے وقت میرے والد صاحب کا ہاتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک میں تھا اور ان کے ہاتھ کے اوپر باقی بیعت کرنے والوں کے ہاتھ تھے۔ میرے والد صاحب لکھتے ہیں کہ ایک مدت گزر جانے کے باوجود حضرت اقدس کے مطہر اور بابرکت ہاتھوں کی خوشبو میری رگ رگ میں سمائی ہوئی ہے۔

اس طرح میرے والد صاحب کی پہلی وجہ شہرت اُن کا صحابی ہونا تھا۔
وہ مردانِ خدا جن کی حیات جاوداں اب بھی

فرازا احمدیت پر شیل کہکشاں اب بھی

زمانہ کیا بھلا سکتا ہے ان کی داستاں اب بھی

زمانے میں ہیں گہرے ان کے نقشِ جاوداں اب بھی

دوسری وجہ شہرت اُن کا استاد ہونا ہے۔ میرے والد صاحب نے قادیان میں جماعت میں سب سے پہلے BT کی ڈگری حاصل کی تھی اس لئے وہ اپنے اصل نام سے زیادہ ”بی ٹی“ صاحب کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ آپ کے شاگرد تھے اور خواتین مبارکہ میں سے حضرت سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ المعروف مہرآپا صاحبہ، حضرت مریم صدیقہ المعروف چھوٹی آپا صاحبہ اور حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کے بھی میرے والد صاحب استاد تھے۔ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ سے جب بھی ملاقات ہوتی آپ بار بار فرماتیں کہ بی ٹی صاحب میرے استاد تھے۔

حدیث نبوی ہے

أَذْكُرُوا أَمْوَاتَكُمْ بِالْخَيْرِ

اپنے وفات یافتہ لوگوں کا ذکر خیر کیا کرو۔

یہ ہم سب جانتے ہیں کہ 20 فروری کا دن ہماری جماعت میں پیشگوئی مصلح موعود کے دن کے حوالے سے جانا جاتا ہے۔ آج اس پروگرام میں میں اس عظیم انسان کی یادوں کو تازہ کرتے ہوئے آپ سے تعلق رکھنے والی ان پرہیزگار، متقی، باحیاء خواتین مبارکہ کا ذکر خیر کرنا چاہوں گی جو بلاشبہ احمدی خواتین کے لئے مشعلِ راہ ہیں نیز ان بابرکت وجودوں کا تذکرہ قارئین کے لئے ازدیادِ ایمان کا موجب ہو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 17 اکتوبر 2003ء میں ارشاد فرمایا تھا کہ

”حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیاری جماعت میں ہزاروں بلکہ لاکھوں نمونے بکھرے پڑے ہیں جنہوں نے اپنی وفاؤں، محبت و اخلاص کے اعلیٰ معیار قائم کئے۔ یہ لوگ خاموشی سے آئے اور قربانیوں، وفا اور اطاعت کی مثالیں قائم کر کے خاموشی سے چلے گئے۔ ایسے مخلص فدائین کی اولادوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے بزرگوں کے واقعات قلم بند کروائیں اور اپنی نسلوں کو بھی بتاتے رہیں کہ ہمارے بزرگوں نے یہ یہ مثالیں قائم کیں اور ہم نے ان کو جاری رکھنا ہے۔

یوں تو ان خواتین مبارکہ کے ہزاروں واقعات جماعت کی کتابوں میں چھپ چکے ہیں اور ہم اُن کو کسی بھی وقت پڑھ سکتے ہیں۔ مگر آج میں نے جو موضوع چنا ہے وہ یہ ہے کہ ان خواتین مبارکہ کے ساتھ جن بہنوں کا ذاتی تعلق قائم ہوا انہوں نے ان کو کیسا پایا۔ ان حسین یادوں کو بیان کرنے والی بہت کم خواتین اب اس دنیا میں موجود ہیں اور جو موجود ہیں وہ عمر کے اس حصے میں ہیں کہ

1920ء میں جب میرے والد صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ کے پرائیویٹ سیکرٹری ہونے کا شرف حاصل ہوا تو اس وقت کے گورنر سے حضرت صاحب کے ارشاد کے مطابق ملنا آپ کی ذمہ داریوں میں شامل تھا۔ یہ سب تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے ممکن ہوا۔

بطور پرائیویٹ سیکرٹری حضور کی صحبت میں رہنے کا زیادہ موقع ملا اور اس طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ سے میرے والد صاحب کے ذاتی تعلقات بڑھتے چلے گئے۔ انہی دنوں میں میرے والد صاحب نے حضور کو اپنے گھر کھانے کی دعوت پر بلایا۔ میری بڑی والدہ صاحبہ نے نہایت توجہ سے دال ماش تیار کی۔ حضورؒ نے بہت رغبت سے کھانا تناول فرمایا اور دال کو بہت پسند فرمایا اور پوچھا کہ یہ کیسے تیار کی گئی ہے تو میرے ابا جان نے کہا کہ ”اہلیہ سے پوچھ کر آتا ہوں“ پھر آپ نے حضور کو بتایا کہ حضور یہ بخنی میں تیار کی گئی ہے۔

ذکرِ خیر حضرت اماں جانؒ

اس مضمون میں سب سے پہلے میں حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یادوں کے حوالے سے ذکر کروں گی۔

محترم صاحبزادی امتہ النصیر بیگم صاحبہ نے حضرت اماں جانؒ کے متعلق فرمایا تھا کہ ”ان کے والدین نے ان کا نام نصرت جہاں رکھا تھا جس کے معنی ہیں ”سارے جہاں کی مددگار“ آپ نہایت شفیق تھیں کبھی کسی ملازم سے سخت لہجے میں بات نہیں کی۔ آپ بتاتی ہیں کہ صرف ایک دفعہ جب کہ میں ایک چھوٹی بچی تھی میری عمر کی لڑکی نے جھوٹ بولا تو اس بات کو آپ برداشت نہ کر سکیں تو صرف اسے دھمکانے کے لئے کہہ دیا کہ ”میں تمہیں ماروں گی“ اس پر اس لڑکی نے اس قدر زور سے چیخ ماری کہ اس کی چیخ کے خوف سے حضرت اماں جانؒ کی طبیعت خراب ہو گئی کہ خدا کی کسی بندی کو میری وجہ سے تکلیف نہ پہنچے۔ آپ کی زندگی بہت سادہ تھی مگر اس میں تہذیب، سلیقہ اور رکھ رکھاؤ بہت تھا۔ چاہے آپ اکیلی ہی کھانا کھاتیں لیکن اس کے لئے دسترخوان ضرور بچھایا جاتا۔“

میں نے آپ کو دو پاؤں کا لٹھے کا شرارہ پہنتے بھی دیکھا ہے مگر اس کے بعد زیادہ تر آپ کو تنگ پا جامہ پہننے ہی دیکھا تھا۔

ذکرِ خیر دُختِ کرام

ازل سے ابد تک، مشرق سے مغرب تک، جہاں تک نظر دوڑائی جائے عورت کا وجود ایک مضبوط اور مستحکم قلعے کی صورت میں ہر جگہ موجود ہوتا ہے اگر تاریخ کے اوراق پلٹے جائیں تو ان گنت خواتین مردوں کے شانہ بشانہ نظر آئیں گی۔ سب

سے پہلے میں حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؒ اور حضرت نواب امتہ الحفیظہ بیگم صاحبہؒ کا ذکر خیر کرنا چاہوں گی۔

یہ پانچوں جو کہ نسل سیدہ ہیں یہی ہیں پنج تن جن پہ بناء ہے

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؒ، حضرت مسیح موعودؒ اور حضرت اماں جان صاحبہؒ کی ساتویں اولاد تھیں۔ آپ حضرت مسیح موعودؒ کی اس بشارت کا نشان تھیں۔ تَشَشَا فِي الْحَلِيَةِ۔ یعنی یہ بچی زیور میں نشوونما پائے گی، یعنی نہ خورد سالی میں فوت ہوگی اور نہ کبھی تنگی دیکھے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قلم میں اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی قوت اور تحریر میں ایسی تاثیر فرمائی تھی کہ دین حق کی نشاۃ ثانیہ کے لئے آپ ایک عظیم الشان بطل جلیل ثابت ہوئے۔ چنانچہ اللہ نے بیگم صاحبہ کو بھی اسی روحانی ورثہ سے وافر حصہ عطا فرمایا اور آپ کے قلم کو بھی وہ غیر معمولی برکت بخشی گئی جس کے کیا اپنے کیا پرائے سب ہی معترف ہیں۔ الہام الہی میں ”خدیجۃ“ یعنی میری خدیجہ کہلانے والی اس معزز ہستی کی تربیت جو ایک تطبیق عمل ہے میں نہ صرف اپنی اولاد کا بلکہ تمام جماعت کی خواتین اور بچیوں کی بہترین تربیت کا ہمیشہ خیال رہتا تھا۔

محترمہ امتہ الشانی طاہرہ صاحبہ بتاتی ہیں کہ آپ اکثر اپنی صاحبزادی مکرمہ و محترمہ محمودہ بیگم صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کے ہاں تشریف لاتی تھیں ایسے ہی one dish party کے موقع پر باجی امتہ الحیٰ صاحبہ، شانی باجی اور دوسری سہیلیوں کو بہت ہنستے دیکھا تو آپ نے فرمایا ”لڑکیو! ہنستی رہو۔ اپنے نصیب کے لئے دعا کیا کرو۔“

مجھے بتایا گیا ہے کہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ جو اپنے چہرے کے لیے فیس کریم استعمال کرتی تھیں وہ محترم پیر معین الدین صاحب خود بناتے تھے۔ انگلینڈ سے انہوں نے اس کی ٹریننگ لے کر کورس پاس کیا تھا۔

جامعہ نصرت کالج ربوہ کا زمانہ میری بہن محترمہ امتہ القدیر ارشاد صاحبہ کی آزمائشی زندگی میں ہوا کہ ایک خوشگوار جھونکے کی مانند تھا۔ امتہ الشانی صاحبہ بتاتی ہیں کالج میں فینسی ڈریس شو کے تحت ایک پروگرام منعقد کیا گیا جس میں بڑی بیگم صاحبہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مہمان خصوصی تھیں۔ باجی دردانہ بیگم بنت حضرت مرزا عزیز احمد صاحب مغلیہ شہزادی بنیں جو میرے خیال میں اس کے لئے اہل بھی تھیں کوئی اور لڑکی ایئر ہو سٹس بنی اور شانی باجی نے دودھ والی کاروپ دھارا۔ نیا کالا کرتا سلا یا گیا، لاچ باندھاسر پر دودھ کا برتن اور گڑوی رکھی۔ کھسہ اور ہلکے پھلکے میک اپ کے ساتھ جب آپ سٹیج پر آئیں تو ان کو بہت پسند کیا گیا۔ منصفین کے فیصلے کے مطابق امتہ الشانی صاحبہ پہلے انعام، باجی دردانہ

صاحبہ دوسرے انعام اور ایئر ہو سٹس بننے والی تیسرے انعام کی حقدار ٹھہری۔ جب آپ بیگم صاحبہ کے سامنے سے گزر رہی تھیں تو حضرت نواب بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ ”دودھ بھی ہے؟“ توشافی باجی نے پنجابی میں ان کو بتایا کہ دودھ ہے جی اور دودھ نکال کر آپ کو پیش کر دیا کیونکہ پہلے شافی باجی نے ان سے پوچھا تھا کہ کسی دودھ لے سو؟ آپ کی صحت اس وقت بہت اچھی تھی۔ دودھ لے کر بہت خوش ہوئیں اور ہنسی بھی تھیں۔

اسی طرح حضرت نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ بھی بہت خوبصورت اور سفید رنگت والی بالکل نور کا بالہ معلوم ہوتی تھیں۔

یہاں میں یہ بتانا چاہوں گی کہ میں نے اپنے بچپن سے خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے افراد کو اپنے گھر آتے دیکھا ہے۔ ہمارے خاندان کا کوئی پروگرام بھی خاندان مسیح موعود علیہ السلام کے افراد کی شرکت کے بغیر مکمل نہ ہوتا تھا۔ خواتین مبارکہ کے لئے پردے کا خاص اہتمام کیا جاتا تھا۔

یہاں میں اپنی والدہ سیدہ رشیدہ بیگم صاحبہ اور اپنی بہنوں محترمہ امتہ القدیر صاحبہ اور ڈاکٹر امتہ الحمید صاحبہ کی ممنون ہوں کہ ان سب نے مجھے وہ ماحول دیا کہ تمام خواتین مبارکہ سے تعلق اور ان کا ادب و احترام مجھے سکھایا۔ اگر مجھے یہ ماحول نہ ملتا تو خاندان مسیح موعودؑ سے تعلق کا یہ انداز نہ بتایا پھر اتنا نہ بنتا۔

اسی طرح حضرت نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ میرے بھائی کے ویسے کے موقع پر ہمارے گھر کے کمرے میں تشریف فرما تھیں۔ جب میں ان سے ملی تو مجھے دیکھ کر فرمایا کہ میری شادی ہو گئی ہے؟ میری بہنوں نے جواباً کہا کہ جی ابھی نہیں۔ شاید انہوں نے مجھے بہت تیار دیکھ کر پوچھا ہو۔ میں تو بھائی کی شادی کے مطابق تیار ہوئی تھی مگر مجھے ان کی یہ بات بہت اچھی طرح یاد ہے۔

اس وقت میرے خاندان میں سب سے زیادہ ان خواتین مبارکہ کے ساتھ رہنے کا جن کو موقع ملا اور جو اپنی عمر کے لحاظ سے بالکل ہوش و حواس میں ہیں وہ میری بہن محترمہ امتہ القدیر ارشاد صاحبہ کی بیٹی محترمہ امتہ الشافی طاہرہ صاحبہ ہیں۔ یوں تو کروڑوں انسان اور پیدا ہوتے ہیں اور پھر چند روز زندگی گزار کر ملک عدم کی راہ لیتے ہیں۔ وقت کے صحرا میں ان کے قدموں کے نشان بھی باقی نہیں رہتے لیکن بعض لوگ، بعض وجود اپنی گوناگوں صفات حسنہ سے ہمیشہ کے لئے یاد رکھنے کے قابل ہوتے ہیں۔ میری بیماری بڑی بہن محترمہ امتہ القدیر ارشاد صاحبہ کا شمار بھی انہی لوگوں میں ہوتا ہے۔

مت سہل جانو، پھر تاپے فلک برسوں

تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

1945ء میں میری اس بڑی بہن کی شادی چوہدری ارشاد صاحب سے ہوئی کچھ

جنوری تا اپریل 2021ء

عرصہ بعد اللہ نے ایک بیٹا دیا مگر چند دن کی بیماری کے بعد وفات پا گیا۔ وہ اللہ کی رضا پر راضی رہیں۔

ہم سمجھے تھے کہ صیاد کا ترکش ہوا خالی

باقی تھا مگر اس میں ابھی تیر و قضا باقی

بیٹے کے بعد اللہ نے بیٹی سے نوازا مگر یہ بچی صرف ڈیڑھ سال باپ کی شفقت دیکھ سکی۔ شوہر کی وفات کے بعد اب یہ میری 26 سالہ بہن تھیں اور زندگی کا لاتناہی سفر تھا۔ زندگی کے ساتھی کا ساتھ تو صرف 5 سال رہا مگر چوہدری صاحب مرحوم کا نام میری بہن کی 80 سال کی زندگی کے ساتھ لگا رہا۔

میرے والد صاحب میری بہن اور میری بھانجی کو لے کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضورؑ نے فرمایا ”لڑکیوں کا کالج کھل چکا ہے اس میں داخلہ لے لیں اور ساتھ ہی چھوٹی آپا سے ملنے کے لئے بھی فرمایا اور کہا کہ میں دعا بھی کروں گا۔ تمام حالات سننے کے بعد حضرت چھوٹی آپا آب دیدہ ہو گئیں اور فرمایا ”قدیر کسی قسم کا فکر نہ کرنا“ اس شفیق اور پیاری ہستی نے ایسی رہنمائی فرمائی کہ زندگی گزارنے کا راستہ دکھا دیا۔ باجی قدیر کی جب تعلیم مکمل ہو گئی تو فضل عمر سکول میں بطور ہیڈ مسٹرس تعینات فرما دیا اور سکول میں ہی رہائش دے دی۔ اس طرح میری بہن اور بھانجی امتہ الشافی صاحبہ کو خاندان مسیح موعودؑ کے گھروں کے بیچ میں رہنے کی سعادت ملی۔ خاندان مسیح موعودؑ سے آپ دونوں کو اتنی شفقت اور ایمانیت ملی کہ تازہ سیت وہ اسے بھلا نہ سکیں۔ اور یہ دن ان دونوں کی زندگی کے بہترین دن تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کے سارے دکھ درد، خاندان مسیح موعودؑ کی اور تمام ربوہ والوں کی محبت و شفقت میں بھلا دیئے۔ بقول انہی کے

واں جا کے بھی یاد آئیں گے ربوہ والے

میرا دکھ درد، میرا ساتھ نبھانے والے

میری بڑی بہن صاحبہ کے حالات نے جب پلٹا دکھایا اور حضرت صاحب کے ارشاد کے تحت جامعہ نصرت میں داخلہ ہو گیا تو حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ اور باجی قدیر دونوں اکٹھے پڑھتی تھیں۔ حضرت سیدہ صاحبہ چاہتی تھیں کہ باجی قدیر ان کے ساتھ ہی رہیں۔ روز آکر پڑھنے سے وہ سمجھتی تھیں کہ باجی کو تکلیف ہوتی ہوگی تو مہر آپا صاحبہ نے حضرت صاحب سے ساتھ رکھنے کی خواہش کا اظہار کیا تب حضورؑ نے فرمایا ”مہمانوں کی ذمہ داری سنبھال لیں گی“ چنانچہ حضرت صاحب کی اجازت کے بعد مہر آپا صاحبہ، میری بڑی بہن اور بھانجی امتہ الشافی کو قصر خلافت لے آئیں۔ شافی باجی کی عمر اس وقت 6 سال تھی۔

حضور عورتوں کی تعلیم کو بہت ضروری خیال فرماتے تھے۔ اس طرح گیسٹ ہاؤس

زیادہ ذمہ داریاں سونپ دی جاتی تھیں۔ جسے وہ بہت احسن رنگ میں تمام تر ذمہ داری کے ساتھ سرانجام دیتی تھیں۔ اسی سلسلے میں کسی پروگرام کی تیاری کے لئے کالج میں شام تک رُکنا پڑا۔ حضرت مہر آپا صاحبہ نے باجی قدیر کو کہا کہ باجی میری آج حضور کے ساتھ باری ہے۔ اس سے زیادہ میں رک نہیں سکتی۔ اس لیے جب آپ کا کام مکمل ہو جائے تو آپ بعد میں گھر (قصر خلافت) آجائیں۔ میں جارہی ہوں۔ باجی قدیر صاحبہ کو کام کرتے کرتے رات کے نو (9) بج گئے۔ باقی لڑکیوں کے ساتھ جب کالج سے نکلیں اور قصر خلافت، جہاں فی الحال وہ رہائش پذیر تھیں پہنچیں تو چوکیداروں نے معذرت کر لی کہ وہ گیٹ کو نہیں کھول سکتے۔ انہوں نے اُن کو بہت کہا کہ میں یہیں رہتی ہوں۔ میری بچی بھی اندر ہی ہے۔ انہوں نے چوکیداروں کو سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن چوکیداروں نے بتایا کہ وہ ایک مخصوص وقت کے بعد گیٹ کھولنے کی اجازت نہیں رکھتے۔ چونکہ اُس زمانے میں رابطہ کے لئے فون کا رواج نہیں تھا اس لئے وہ کیا کر سکتی تھیں۔ باقی لڑکیاں اپنے گھروں کو جا چکی تھیں تب اُن کے ذہن میں خیال آیا کہ میں دوسرے گیٹ سے جانے کی کوشش کرتی ہوں۔ ربوہ کے اُس وقت کے ماحول میں اُس وقت ہو کا عالم تھا، تن تنہا اور بے حد پریشان عورت اتنی رات کو کہاں جاتی۔ اسی پریشانی کی حالت میں انہوں نے تین سڑکوں کا فاصلہ طے کیا اور دوسرے گیٹ تک پہنچ کر اندر داخل ہوئیں۔ اندر پہنچنے پر دیکھا کہ مہر آپا نے شانی باجی کو اپنے ساتھ لپٹا کر سلایا ہوا ہے۔ باجی قدیر اس حال میں جب مہر آپا سے ملیں تو زار و قطار رونے لگیں اور اپنا احوال بتایا۔

قصر خلافت میں شام کو حضرت صاحب کے تمام بچے آتے تھے رات تک خوب رونق لگتی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بھی تشریف لاتے تھے کیونکہ ان کی والدہ حضرت ام ناصر صاحبہ بھی وہاں ہی رہتی تھیں۔ امتہ الشانی طاہرہ صاحبہ بتاتی ہیں کہ حضور اپنے کمرے میں خاموش لیٹے رہتے تھے۔ میں ان کے کمرے میں بھی چلی جاتی تھی اور سارے گھر میں ادھر ادھر کھیلتی رہتی تھی۔ کبھی صاحبزادی امتہ المتین بیگم صاحبہ کے بستر میں گھس جاتی۔ اس طرح یہ چھ ماہ کا عرصہ تمام خاندان مسیح موعودؑ کی خواتین مبارکہ کے ساتھ رہے اور ان کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ ان سب کی صحبت، شفقت کے سائے تلے میری بہن امتہ القدیر صاحبہ کی زندگی کے ماہ سال گزرتے گئے اور ان کی بچپن کی دوستی آج بھی قائم ہے۔

یکم جنوری 1959ء میں محترمہ امتہ القدیر ارشاد صاحبہ نے فضل عمر سکول Join کیا اور ستمبر 1960ء میں ہیڈ مسٹرس کے عہدے پر فائز ہو گئیں۔

تقریباً 25 سال کام کرنے کے بعد 1984ء میں ریٹائرمنٹ ہوئی۔ تمام سٹاف نے

قصر خلافت میں ان دونوں کا قیام چھ ماہ رہا۔ شانی باجی نصرت گرلز ہائی سکول میں زیر تعلیم تھیں اور باجی قدیر جامعہ نصرت میں۔ وہ بتاتی ہیں کہ سکول سے سیدھی کالج چلی جاتی تھیں مگر کبھی کبھی قصر خلافت بھی آ جاتی تھیں۔ کام کرنے والیوں کو حکم تھا کہ جیسے ہی شانی سکول سے آئے اسے دیکھا جائے۔ منہ ہاتھ دھلوانے کے بعد کھانے کے لیے بلا لیا جاتا تھا۔ اس چھ ماہ کے قیام میں ایک عید بھی آگئی۔ حضور نے مہر آپا صاحبہ سے پوچھا کہ باجی اور شانی کے عید کے جوڑے بن گئے ہیں؟ نعیمہ درد صاحبہ کی والدہ صاحبہ سے جب شانی باجی نے قرآن پاک ختم کیا تو مہر آپا صاحبہ نے اُن کی کی آئین کی تقریب کا اہتمام فرمایا اور بہت خوبصورت جوڑا خود تیار کروایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فراست کا ایک واقعہ گوش گزار کرنا چاہتی ہوں۔ بی اے میں حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ اور باجی امتہ القدیر صاحبہ دونوں نے ایڈوانس اردو کا مضمون لیا ہوا تھا مرزا غالب کی شاعری کو پڑھتے ہوئے ایک شعر میں شاعر مرزا غالب نے ”مجازی خدا“ کا ذکر کیا ہوا ہے۔ حضرت مہر آپا صاحبہ جس انداز میں مجازی خدا کا ذکر رہی تھیں باجی قدیر بالکل دوسرے انداز یا سوچ سے اس شعر کی تشریح کر رہی تھیں۔ دونوں نے فیصلہ کیا کہ حضور سے پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ دونوں نے حضور کی خدمت میں جا کر ساری بات بتائی۔ حضور نے فرمایا آپ دونوں ہی ٹھیک ہیں۔ مجازی خدا کے دو مطلب ہوتے ہیں ایک ماڈی اور ایک مجازی خدا۔ جو بھی لے لو ٹھیک ہے۔ اس طرح حضور نے دونوں کو نیچا نہیں کیا۔ بیگم کا دل بھی رکھا اور مہمان کا بھی۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ اور باجی قدیر بی اے کا امتحان دے رہی تھیں دونوں نے جس امتحان کی تیاری کی تھی کمرہ امتحان میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ وہ امتحان نہیں ہے جس کی وہ تیاری کر کے آئی تھیں۔ پیپر اے اور پیپر بی کی دونوں کو غلطی لگی تھی۔ حضرت مہر آپا صاحبہ رونے لگ گئیں اور بے حد پریشان ہو گئیں۔ بہر حال باجی نے تودعا کر کے پیپر حل کرنا شروع کر دیا۔ جب پیپر دے کر گھر پہنچیں تو حضور نے سارے واقعہ کو سننے کے بعد فرمایا کہ ”جب غلطی لگ جائے تو دعا کا سہارا لیتے ہیں دعا سے کام لیتے ہیں کوئی فکر نہ کریں بلکہ صرف دعا کریں۔“

قصر خلافت کے واقعات

جن دنوں میں میری باجی امتہ القدیر ارشاد صاحبہ اپنی چھ سالہ بیٹی کے ساتھ قصر خلافت میں رہ رہی تھیں۔ تو ایک واقعہ ہوا۔ جامعہ نصرت میں بی اے کی تعلیم کے دوران حضرت سیدہ مہر آپا اور باجی قدیر صاحبہ کالج کے ایک پروگرام کی تیاری میں مصروف تھیں۔ باجی قدیر صاحبہ کو کلاس میں عمر کے لحاظ سے بڑی ہونے کی وجہ سے

الوداعی تقریب کا اہتمام کیا جس میں خاندان مسیح موعودؑ کی خواتین تشریف لائیں۔
اور اپنی مشفقانہ دعاؤں سے رخصت کیا

اللہ کی ثناء کے دل گیت گارہے ہیں
ہم کئی سال پڑھا کر اب دور جارہے ہیں
اے ساتھیو! مبارک تم کو یہ آشیانہ

آئے گا یاد ہم کو گزرا ہوا زمانہ
دل مضطرب ہیں لیکن تسکین پارہے ہیں

ہم کئی سال پڑھا کر اب دور جارہے ہیں
اس موقع پر مکرمہ و محترمہ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ جو اس وقت لجنہ اماء اللہ ربوہ
کی صدر تھیں نے فرمایا

”یہ تمہیں الوداع کہہ رہی ہیں مگر ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں“
یہ اپنائیت سے بھرپور و معمور فقرہ میری بہن کی زندگی میں سنگ میل کی حیثیت
رکھتا ہے۔ پھر چھوٹی آپا صاحبہ نے فرمایا کہ ”قدیر ہم تمہیں ریٹائر نہیں ہونے دیں
گے اور ”امتہ الحی لا یمیری“ کا انچارج بنادیا اور اس طرح تادم وفات وہ اسی
حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں نہایت احسن رنگ میں ادا کرتی رہیں۔

محترم امتہ الثانی صاحبہ بتاتی ہیں کہ شادی کے وقت بھی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ
اور آپ کی بیگم صاحبہ آصفہ بیگم نے بہت شفقت کا سلوک رکھا اور ہمسائیگی کا حق ادا
کر دیا۔ وہ کہتی ہیں کہ حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ، حضرت چھوٹی آپا صاحبہ، آپاطیبہ
بیگم صاحبہ اہلیہ میاں مبارک احمد صاحب، اور آپاطیبہ صاحبہ اہلیہ نواب مسعود احمد
خاں صاحبہ یہ سب میری مائیں تھیں۔

مسجد مبارک میں حضرت سیدہ چھوٹی آپا درس قرآن دیتی تھیں۔ انکی شادی سے پہلے
جو ربوہ میں ان کا آخری رمضان تھا حضرت چھوٹی آپا صاحبہ نے فرمایا ”شانی نماز
کے بعد گھر آجانا“ چنانچہ جب امتہ الثانی صاحبہ گھر گئیں تو مکرم و محترم میر محمود
صاحب، شبی، بلوسب وہاں موجود تھے۔ چھوٹی آپا صاحبہ نے فرمایا ”شانی تم جارہی
ہو میں نے سوچا کہ تمہیں افطاری کروادوں“۔ میز پر بہت سے لوازمات تھے پھر
انہوں نے مجھے ایک بہت خوبصورت جوڑا دیا اور فرمایا کہ ”اس جوڑے کے دوپٹے پر
میں نے خود گونا گونا رگی لگائی ہے“۔ ماشاء اللہ۔

کتنی بڑی ہستیاں تھیں اور ہم لوگ تو کچھ بھی نہیں ہیں۔ مگر ان کی شفقتوں سے بھر
پور حصہ پایا۔ الحمد للہ۔

آخر میں میری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیں ان قابل احترام، جلیل القدر پاک ہستیوں
کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جن معیار کی وہ اس مسیح کی جماعت کی

خواتین سے توقع رکھتی تھیں ہم نہ صرف خود بلکہ اپنی آنے والی نسلوں کو بھی اس
قابل بناسکیں۔ آمین۔

ان تمام خواتین مبارکہ کے درجات جنت الفردوس میں بہت بلند ہوں۔ اعلیٰ علیین
میں ان کا مقام ہو۔ آمین ثم آمین۔

چندہ جات کی ادائیگی پر ایک ایمان افروز واقعہ

روبینہ عرفان۔۔۔۔۔ کیلگری سیڈل رنج

وعدہ لکھوادیں۔ دنیا کی زندگی سے اتنی مایوسی ہو چکی تھی کہ یوں لگا جیسے اللہ نے موقعہ دیا ہو مجھے نہیں یاد کہ میرے دل میں کیا آیا مگر مجھے اتنا یاد ہے کہ میں نے وعدہ اپنی ماہانہ آمدن سے دو گنا زیادہ لکھوادیا۔

کچھ عرصہ بعد کام کی جگہ کی سیاست کی وجہ سے میری نوکری چلی گئی۔ میری حالت یہ تھی کہ مکان کا کرایہ، گاڑی کی انشورنس اور دوسرے اخراجات کے ساتھ چندوں کی ادائیگی کا وقت آچکا تھا۔ مجھے جماعت سے پھر کال آئی کہ سال ختم ہو چکا ہے اور چندہ کی ادائیگی ضروری ہے۔ اب چونکہ میرے پاس صرف دو ہی راستے تھے کہ یا تو جماعت کو انکار کر دوں یا کریڈٹ کارڈ سے چندہ ادا کر دوں۔ لہذا میں نے کریڈٹ کارڈ سے چندہ ادا کر دیا۔

کچھ دنوں کے بعد میں نے بینک کال کی اور سود سے بچنے کے لیے معلومات لی۔ کہ میں کم سے کم کتنی رقم دے سکتی ہوں اُس وقت تک جب تک میں پورا بل ادا نہ کر دوں۔ معلومات کے دوران مجھے بینک سے پتا چلا کہ میں ایک سال سے اپنی Balance protection کے لیے انشورنس ادا کر رہی ہوں۔ لہذا اگر میری نوکری چلی گئی ہے تو کاغذات میں دیکھا کہ انشورنس کے لیے درخواست دے سکتی ہوں۔ میں نے درخواست دے دی اور میری ساری بقیہ ادائیگی میری انشورنس نے ادا کر دی۔ صرف دو ماہ میں مجھے نئی نوکری کی پیشکش ہوئی۔ اس نوکری کی تنخواہ میری پرانی نوکری سے پورے 1000 ڈالر زیادہ تھی۔ دو ماہ کے اندر میرے کریڈٹ کارڈ کا بیلنس صفر اور میری تنخواہ بھی 1000 ڈالر زیادہ تھی۔ میرے لیے یہ معجزہ سے کم نہ تھا کیونکہ خدا تعالیٰ کی آیت میری آنکھوں کے سامنے سچی ہو رہی تھی۔

جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضْعِفُهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً ۖ وَاللَّهُ يُضِضُ وَيُصْطَلِّ وَيَالَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢٤٦﴾

(البقرہ: آیت 246)

ترجمہ: کون ہے جو اللہ کو قرضہ حسنہ دے تاکہ وہ اس کے لئے اسے کئی گنا

جب میں یہ واقعہ کسی کو سناتی ہوں تو یوں لگتا ہے کہ جب لکھنے بیٹھوں گی تو میرا پین ہی نہیں رُکے گا۔ پر جب آج لکھنے بیٹھی ہوں تو سمجھ ہی نہیں آرہا کہ شروع کہاں سے کروں۔ چونکہ لکھنے سے پہلے اللہ سے مدد کی دُعا کی ہے تو امید ہے کہ اسکی مدد سے میرے سادہ الفاظ میں تاثیر ضرور آئے گی۔ (ان شاء اللہ)

مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں ایسا واقعہ لکھوں جس میں چندوں کی برکات کا تجربہ ہو مگر میں یہ کہوں گی کہ جو واقعہ میں سنانے جا رہی ہوں یہ معجزات ہیں جو میں نے اپنی آنکھوں سے سچ ہوتے دیکھے ہیں

میں واقعات کا ذکر کرنے سے پہلے اُن حالات کے بارے میں بتانا چاہوں گی جنہوں نے مجھے ان معجزات کو محسوس کرنے اور سمجھنے کے قابل بنایا

بے شک جماعت احمدیہ ایک خدائی جماعت ہے جس کی نگہبانی خدا تعالیٰ خلافت کی صورت میں خود فرما رہا ہے۔

2017 کی بات ہے جب میں اور میرے شوہر کینیڈا میں رہائش پذیر ہونے کی کوشش میں تھے جدوجہد جاری تھی کہ ہمیں احساس ہوا کہ وقت کا تقاضا ہے کہ اچھی نوکری حاصل کرنے کے لیے اچھی تعلیم حاصل کی جائے۔ لہذا میرے شوہر نے ارادہ کیا کہ وہ مزید تعلیم حاصل کریں گے اور ان کی تعلیم حاصل کرنے کا مطلب یہ تھا کہ میں جاب کروں اور گھر کے اخراجات کی ذمہ داری بھی اٹھاؤں اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔ نوکری کا ارادہ کر تو لیا مگر کچھ ہی عرصہ بعد احساس ہوا کہ گھر اور باہر دونوں کی ذمہ داری میرے کندھوں پر آگئی ہے اور بڑھتی ہوئی ذمہ داری سے میری بھی صحت خراب ہونے لگی ہے اور آخر وہ بھی وقت بھی آگیا کہ نہ گھر کا کام ٹھیک سے ہو سکا نہ باہر کا۔ نہ گھر میں کوئی خوش اور نہ ہی نوکری کی جگہ پر، ایک طرف گھر کی ذمہ داریاں اور دوسری طرف کام کی جگہ کی سیاست۔ اب نہ ہمت تھی اور نہ صحت اور نہ چاہتے ہوئے بھی ذمہ داریوں کو نبھانا پڑ رہا تھا۔

یوں لگ رہا تھا کہ چاروں طرف اندھیرا چھا گیا ہے۔ نہ بیٹی کے لیے ٹائم تھا نہ خود کے لیے۔

ایک دن مجھے جماعت سے کال آئی کہ تحریک جدید اور وقف جدید کے چندے کا

بڑھائے۔ اور اللہ (رزق) قبض بھی کر لیتا ہے اور کھول بھی دیتا ہے۔ اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

میرے سامنے اللہ رب العزت کی ایک آیت صاف صاف سچی ہو چکی تھی۔ لہذا اب میں ایک اور آیت کو اپنے سامنے سچا ہوتے دیکھنا چاہتی تھی وہ تھی

مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلٍ فِي كُلِّ سَنَابِلَةٍ مِائَةٌ حَبَّةٌ
وَاللَّهُ يُضْعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ ۖ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٦٢﴾

(البقرہ: آیت 262)

ترجمہ:

ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایسے بیج کی طرح ہے جو سات بالیں اگاتا ہو۔ ہر بالی میں سو دانے ہوں اور جسے چاہے (اس سے بھی) بہت بڑھا کر دیتا ہے۔ اور اللہ بہت وسعت رکھنے والا اور دائمی علم رکھنے والا ہے۔

لہذا اس بار میں نے چندہ کا وعدہ اور لازمی چندہ جات کی رقم بڑھادی۔

وقت گزر رہا تھا اور میں اس انتظار میں تھی کہ کب یہ رقم ڈبل ہو کر آئے گی۔ اللہ تعالیٰ بہت بردبار ہے اسکی حکمتوں کو سمجھنا انسان کے بس کی بات نہیں لیکن جب اسکی حکمت کسی پر ظاہر ہو جائے تو اس انسان کی عقل ساکت ہو جاتی ہے جیسا کہ میری ہوئی۔

میں نے محسوس کیا کہ چندوں کی یا قرض حسنہ کی واپسی کسی بھی صورت میں ہو سکتی ہے۔ یہ سات بالیاں زندگی کی ہر مشکل کی آسانی میں تبدیل ہو کر انسان کی زندگی کی مشکل گھڑیوں کو سہل کرتی جاتی ہیں۔

میرے شوہر کی پڑھائی مکمل ہو گئی۔ جہاں جاب ملی انہوں نے پروموشن بھی کی اور Full time بھی کر دیا۔ میرے شوہر نے option دی کہ اب میں نوکری چھوڑ سکتی ہو۔

میں نے نوکری چھوڑ دی اور اپنی بیٹی کو ٹائم دینا شروع کر دیا اور اس طرح یہ پریشانی حل ہوئی جو سب پریشانیوں کی جڑ تھی۔ ہم نے گھر خرید لیا۔ ہماری گاڑی pay off ہو گئی میری بیٹی کے گریڈ بھی بہتر ہو گئے۔ میری صحت بہتر ہو گئی اور زندگی جو کہ ایک وقت میں بھاری بوجھ محسوس ہو رہی تھی۔ اب زندگی کا ایک ایک دن قیمتی لگنے لگا۔ یعنی اب ایسی کوئی بات زندگی میں نہیں رہ گئی تھی۔ جس کا دکھ ہو۔ ہر طرف روشنی نظر آنے لگی۔

مگر ایک انسانی محدود سوچ ان برکتوں کو نظر انداز کر رہی تھی اور نظر اُس رقم پر تھی جو قرض حسنہ کے بدلے ایک انسان امید کرتا ہے۔

میری زندگی میرا گھر اللہ کی برکتوں سے چمک رہا تھا کہ ایک دن ہمارے شہر میں اولے پڑ گئے۔ اولے اتنے زیادہ تھے کہ انہوں نے گھروں کو بہت نقصان پہنچایا اللہ کے فضل سے ہمارے گھر کو زیادہ نقصان نہیں ہوا۔ اور ہماری انشورنس نے جو رقم دی وہ اس چندے سے تین گنا زیادہ تھی جس کا میں نے وعدہ کیا تھا۔

اور اس بار اللہ تعالیٰ کی ایک اور آیت سچی ہوئی جس میں میں نے سات بالیوں کو سات سو گنا ہوتے دیکھا۔ برکتوں اور رحمتوں کی صورت میں میری مشکل کے دن آسان ہوتے ہو گئے اور مالی حالت بھی۔ الحمد للہ۔

ان واقعات کے بعد ایک بات مجھ پر مکمل طور پر واضح طور پر عیاں ہو گئی کہ چندہ جات تحریک جدید اور وقف جدید کا وعدہ تو ہم کرتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کا فضل اس کو پورا خدا خود کرتا ہے بے انتہا برکتوں، رحمتوں اور مال کے ساتھ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب احمدیوں کو خلافت کے سائے تلے مالی قربانیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

انمول موتی

(حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلم سے)

پیش کردہ۔۔۔۔۔ فوزیہ قمر۔۔۔۔۔ پیس ویل ویسٹ

✎ نماز کیا ہے؟ ایک قسم کی دُعا ہے جو انسان کو تمام برائیوں اور فواحش سے محفوظ رکھ کر حسنات کا مستحق اور انعام الہیہ کا مُرد بنادیتی ہے۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 37)

✎ ہمیشہ دُعا میں لگے رہو۔ نمازیں پڑھو اور توبہ کرتے رہو۔ جب یہ حالت ہوگی تو اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے گا۔ (ملفوظات جلد 3 صفحہ 63)

✎ تم لوگ متقی بن جاؤ اور تقویٰ کی باریک راہوں پر چلو تو خدا تمہارے ساتھ ہو گا۔ (ملفوظات جلد 1 صفحہ 200)

✎ تم اس بات کو کبھی مت بھولو کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم کے بغیر جی ہی نہیں سکتے۔ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 616)

✎ سچا طریق دکھ سے بچنے کا یہی ہے کہ سچے دل سے اپنے گناہوں کی معافی چاہو اور وفاداری اور اخلاص کا تعلق دکھاؤ۔ (ملفوظات جلد 3 صفحہ 63)

گھر پر پڑھنے کے کچھ مفید مشورے

انقہ سعادت کے انگریزی مضمون کا ترجمہ
از طرف -- ندا آفتاب -- کیلگری نارتھ ویسٹ

ایک سال! ہاں ایک سال ہوا، اسکول، یونیورسٹی اور کام پر گئے ہوئے۔ گھر سے کام کرنا آن لائن کلاسز اور ہر وقت گھر پہ رہنے جیسی مشکلات سے ہر کوئی پریشان ہے عموماً لوگ اپنے ان حالات کے عادی ہو گئے ہیں اور اسی کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال چکے ہیں۔ پر پھر بھی کہیں نہ کہیں مشکلات کا سامنا ہے۔ انہیں باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے آج ہم کچھ مفید مشورے سیکھیں گے۔ جن پر عمل کر کے ہم اپنی زندگی کو آسان اور با حاصل بنا سکتے ہیں۔

لائحہ عمل تیار کرنا۔ روزانہ، ہفتہ وار، ماہانہ

- 1- روزانہ اپنے ہر چھوٹے بڑے کام کی فہرست بنائیں جو آپ ایک دن میں مکمل کرنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح ہفتے اور مہینے کے کاموں کی فہرست بنائیں۔
- 2- طلباء کو چاہیے کہ وہ اپنے پروجیکٹ، امتحانات اور دیگر اسائنمنٹس کی کلینڈر پر نشاندہی کر کے رکھیں اور اپنے تمام کاموں کی فہرست بنالیں۔ اس سے انہیں کاموں کو ترتیب دینے میں آسانی ہوگی۔
- 3- ہفتہ وار فہرست میں اپنے خاص کام کے لئے دن مقرر کر لیں۔ آخری دن کام کرنے سے بہتر ہے کہ اسے پہلے سے شروع کر لیں تاکہ بعد میں مشکل سے بچا جاسکے۔
- 4- روزانہ کے کاموں کو اس طرح ترتیب دیں کہ سب سے اہم کام سب سے پہلے کریں اور پھر اسی مناسبت سے باقی کے کام۔

اپنا کچھ وقت ضرور دینی تعلیم کے لیے مختص کریں

ہمیں ہر وقت بہتر سے بہتر احمدی مسلمان بننے کیلئے بھی وقت نکالنا چاہیے۔ چاہے ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب یا دیگر جماعتیں کتب کا مطالعہ کریں، لجنہ، ناصرہ / وقف نو کا سلیبس یاد کریں یا کوئی بھی جماعتی پروجیکٹ پر کام کریں، یہ ساری چیزیں ہمیں بہتر احمدی مسلمان بننے میں مددگار ثابت ہوگی۔ واٹس ایپ پر ہمیں جو بھی پڑھنے کے لیے اقتباسات، دعائیں یا چھوٹی ویڈیوز بھیجی جاتی ہیں یہ بھی اس میں شامل ہے۔

اپنی مصروفیت میں سے روزانہ نماز اور قرآن کے لئے وقت نکالیں

- 1- ہمارے سب کاموں میں سے اہم کام ذکر الہی ہونا چاہیے یعنی نماز اور تلاوت میں باقاعدگی۔
- 2- پانچوں وقت کی نماز کے لیے الارم لگائیں اور انہیں ہفتہ وار نئے اوقات کے مطابق تبدیل کریں۔ کسی بھی صورت میں نماز نہ چھوڑیں۔
- 3- حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے باجماعت نماز پڑھنے کی اہمیت بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ باجماعت نماز پڑھنا افضل ہے۔ چاہیے کہ باقاعدگی سے نماز اپنے مقررہ وقت پر ادا کی جائے۔ اگر ممکن ہو تو گھر میں اپنے اہل خانہ کے ہمراہ باجماعت نماز ادا کریں۔
- 4- روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کے لئے وقت ضرور نکالیں اور فجر کے وقت کی تلاوت قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ پسندیدہ عمل ہے۔

ایک دوسرے کا شکریہ ادا کریں

رنگوں کی دُنیا

- (1) بچے سب سے پہلے سرخ رنگ کو شناخت کرتے ہیں۔ 5 ماہ کا بچہ بھی اس رنگ کو پہچان لیتا ہے۔
- (2) سرخ اور پیلے رنگ کا امتزاج بھوک کی طلب کو بڑھاتا ہے۔ اکثر فاسٹ فوڈ میں یہ رنگ استعمال ہوتا ہے۔ جیسے میکڈونلڈز میں
- (3) سفید رنگ کو محفوظ رنگ کہا جاتا ہے۔ اسی لئے تو اس رنگ کی گاڑیاں آپ کو زیادہ ملیں گی سڑک پر
- (4) پیلے رنگ کا استعمال جہازوں میں اس لئے نہیں کیا جاتا کہ یہ متلی کی کیفیت پیدا کرتا ہے
- (5) Vanta black کو سب سے زیادہ گہرا اور تاریک رنگ سمجھا جاتا ہے
- (6) کلر بلاسٹڈ لوگ رات کو عام لوگوں سے بہتر طور پر دیکھ سکتے ہیں
- (7) جیلوں میں گلابی رنگ کا استعمال اکثر قیدیوں کو پرسکون رکھنے اور غصے پر قابو کرنے کے لیے کیا جاتا ہے
- (8) سرخ بالوں والے لوگوں کو بے ہوش کرنے کے لئے زیادہ کوشش کی جاتی ہے انہیں 20 فیصد زائد Anesthesia دینے کی ضرورت پڑتی ہے۔

- شکریہ۔ تھینک یو، Bless you، گریٹ فُل کہنے میں تو چھوٹے چھوٹے الفاظ ہیں لیکن یہ آپ کی زندگی پر کتنی گہرائی سے اثر انداز ہوتے ہیں یہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے کیونکہ
- ◇ تشکر، ہمیشہ نئے رشتوں کی راہیں کھولتا ہے
 - ◇ یہ آپ کی ذہنی، جسمانی اور نفسیاتی صحت کو بہتر بناتا ہے۔
 - ◇ آپ کی عمر لمبی کرتا ہے کیونکہ آپ میں غصہ اور جارحیت کم ہو جاتی ہے
 - ◇ آپ کی نیند کو بہتر کرتا ہے اور خود اعتمادی میں اضافہ کرتا ہے۔
 - ◇ خوشی کے لمحات کو لمبا بناتا اور فکر انگیزی کو کم کرتا ہے
 - ◇ آپس میں ہمدردی اور محبت بانٹنے کے خواص میں اضافہ کرتا ہے۔
 - ◇ آپ کے چہرے کو حسین اور مطمئن رکھتا ہے

تو پھر کیا سوچ رہی ہیں۔ لکھیے ایک شکریے کا خط، ایک Thank you

note، کیونکہ حدیثِ نبویؐ ہے جو بندوں کا شکر گزار نہیں ہوتا وہ اللہ کا بھی شکر گزار نہیں ہوتا۔

شگفتہ شگفتہ

- وہ جملے جو ہم خواتین کثرت سے بولتی ہیں، یہ کہنے میں سادہ لیکن حقیقت میں پیچیدہ ہوتے ہیں ☺
- * مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے
 - * دیکھتے ہیں، کیا کرنا ہے؟
 - * بس 2 منٹ کی بات ہے۔ ذرا دیکھتے رہو
 - * مجھے کوئی دلچسپی نہیں اس معاملے میں۔
 - * میں خود ہی کر لوں گی یہ سب۔ آپ رہنے دیں
 - * یہ آپ کا اپنا فیصلہ ہے بھئی!
 - * کیا میں موٹی لگ رہی ہوں اس سوٹ میں؟
 - * مجھے بھوک نہیں لگی ابھی

دُعا مغفرتِ الہی

ڈاکٹر روبینہ فوزیہ احمد، مارکھم

24 جنوری 2021 کو مکرمہ محمودہ بیگم سیال صاحبہ زوجہ مکرم عبد الوہاب بھٹہ صاحب (مرحوم) آف بور یوالہ، لاہور میں 79 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی تدفین ربوہ، پاکستان میں ہوئی۔

مکرمہ محمودہ سیال صاحبہ مکرم ابراہیم سیال صاحب (مرحوم) اور مکرمہ سائرہ بی بی صاحبہ (مرحومہ) آف فیصل آباد کی بیٹی تھیں۔

آپ پیدائشی احمدی تھیں۔ نیک، مخلص اور خلافتِ احمدیہ سے محبت کرنے والی، سادگی پسند، دوسروں کی مدد کرنے والی، وفا شعار، رشتہ داروں سے خلوص سے ملتیں، مہمان نواز، بڑی باہمت، محنتی اور قربانی کرنے والی، اور سخت مشکلات میں بھی انتہائی ثابت قدم رہتیں۔ صدقہ و نماز کی پابند اور دُعا گو تھیں۔

جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ مارکھم مکرمہ ڈاکٹر روبینہ فوزیہ احمد صاحبہ زوجہ مکرم کیپٹن جمیل احمد صاحب (سابق زعیم انصار اللہ و سیکرٹری تعلیم و سیکرٹری وقف نوما رکھم) کی والدہ تھیں۔ اس کے علاوہ پسماندگان میں دو بیٹے مکرم عبد المصور

و قار بھٹہ صاحب (سیکرٹری وقف جدید و نو مبائعین ضلع لاہور اور ناظم وقف جدید ضلع لاہور) اور مکرم عبد الناصر بھٹہ صاحب آف بور یوالہ ہیں۔ بیٹی مکرمہ امتہ الوسیم و سیمہ صاحبہ (سابق صدر لجنہ بور یوالہ و دو کوٹہ، میلسی) زوجہ مکرم مسعود احمد اصغر صاحب (ناظم اعلیٰ انصار اللہ ضلع و ہاڑی و صدر جماعت دو کوٹہ، میلسی) اور دو پوتے، دو پوتیاں، دونو اسیاں بھی شامل ہیں۔

آپ مکرم مشہود الرحمان قمر صاحب اسٹوڈنٹ جامعہ احمدیہ ربوہ کی نانی جان تھیں۔ مکرمہ صدیقہ بیگم ہرل آف ویسٹن نار تھ ویسٹ کینیڈا کی چھوٹی بہن تھیں۔

ہمارے والد محترم مکرم عبد الوہاب بھٹہ صاحب مرحوم جن کی وفات 18 سال پہلے ہوئی تھی۔ ان کے لئے بھی مغفرت کی دُعا کی درخواست ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے دونوں والدین کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور ان کی اولادوں کو ہمیشہ خلافت کا مطیع بننے اور وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بغیر بیکنگ سادہ کیک



از ثناء مبشرہ مسی ساگا ایسٹ

ترکیب:

ایک برتن میں براؤن شوگر، مکھن اور ڈارک چاکلیٹ کو پگھلا لیں۔ پھر اس میں چورا کئے ہوئے بسکٹ اور کافی کو ڈال کر اچھی طرح مکس کر لیں۔ اس مکسچر میں خشک فروٹ شامل کر دیں۔ اب یہ سب ایک کیک بنانے والے سانچے میں ڈال کر فریج میں رکھ دیں۔ دوسرے دن نکال کر ٹکڑے کر لیں۔ مزید ارا کیک تیار ہے۔

سادہ بسکٹ: ایک پیکٹ

ڈارک چاکلیٹ: 200 گرام

براؤن شوگر: 200 گرام

مکھن: 200 گرام

کافی: دو چائے کے چمچ

خشک پھل (پستہ، بادام، اخروٹ): آدھا کپ باریک کٹے ہوئے

صفحہ ناصرات

خدا تعالیٰ بہترین رازق ہے

ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ جملے مکمل کریں

پیارے بچو! ایک جیسے لکھے یا بولے جانے والے الفاظ متشابہ الفاظ کہلاتے ہیں۔ لیکن ان کے معنی فرق ہوتے ہیں۔

درج ذیل متشابہ الفاظ کو جملوں میں استعمال کریں۔

(حال، ہال) (طے، تہہ) (شے، شہہ) (نظر، نذر) (اثر، عصر)
(بے باک، بے باق)

(1) مجھے وہ تحفہ۔۔۔۔۔ ہی نہیں آ رہا جو میں نے آپ کی۔۔۔۔۔ کرنا تھا

(2)۔۔۔۔۔ ہی میں اُس نے ایک نیا۔۔۔۔۔ تعمیر کیا ہے

(3) پلیز سارے کپڑے۔۔۔۔۔ کر کے رکھ دو پھر۔۔۔۔۔ کرتے ہیں کہ کیا پکائیں۔

(4) وہ اگرچہ بہت۔۔۔۔۔ ہے لیکن میرا حساب۔۔۔۔۔ کر دیا ہے اُس نے

(5) یہ دوائی بہت جلد۔۔۔۔۔ کرتی ہے۔ چلو۔۔۔۔۔ کی نماز کا وقت ہو گیا ہے۔

(6) ہر۔۔۔۔۔ فانی ہے۔ اُسے زیادہ۔۔۔۔۔ مت دو۔

ایک خاص تھیم کے الفاظ ڈھونڈیں

ت	ط	ب	غ	ع	س	ک	ل	ن
گ	ج	ف	ل	ج	ٹ	و	س	پ
ط	ص	ع	ظ	ر	ء	ب	م	ج
ل	غ	ج	ی	ج	و	ن	و	خ
ن	م	ا	ز	د	و	ز	س	د
ز	گ	س	پ	ک	و	ٹ	ہ	ڈ
ے	ش	ا	ف	ط	ا	ر	ی	ط

پرانے وقتوں کی بات ہے ایک غریب عورت بیوہ ہو گئی تو مشکلوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا اُس کے سر پر۔ صرف تین درہم نکلے گھر سے جن سے وہ بازار جا کر اون کا گولا لے آئی اور اُس سے کچھ چیزیں بنا کر بازار میں فروخت کیں جن سے پانچ درہم ملے۔ جن میں سے دو درہم کی اُس نے کھانے پینے کی چیزیں خریدیں اور تین درہم کی اور اون خریدی۔ ابھی گھر پہنچ کر یہ ساری چیزیں اس نے صحن میں رکھی ہی تھیں کہ ایک کوا آیا اور اون کا گولہ لے کر لے اڑ گیا۔ وہ بیچاری حیران پریشان دیکھتی رہ گئی۔ دو دن بعد جب فاتحہ کی نوبت آئی تو روتی ہوئی قاضی کے پاس پہنچی اور گلہ کرنے لگی کہ شامت ہمیشہ غریب کی ہی کیوں آتی ہے؟ قاضی نے اُسے بُرا بولنے سے منع کیا اور گھر جانے کو کہا۔ وہ ناراض ہو کر واپس چلی گئی۔ اگلے دن صبح دروازے پر دستک ہوئی تو اس عورت نے دیکھا کہ قاضی کس شخص کے ساتھ دروازے پر کھڑا ہے۔ پوچھنے پر قاضی نے بتایا کہ کل یہ شخص میرے پاس آیا اور بتانے لگا کہ ہم دوسرے شہر سے آرہے تھے کہ سمندر کے عین بیچ ہماری کشتی میں سوراخ ہو گیا اور ہم ڈوبنے لگے جان جانے کے خوف سے ہم گڑ گڑا کر خدا سے مدد مانگنے لگے۔ اچانک ایک پرندہ آیا اور اُس نے اپنی چونچ سے اون کا ایک گولہ پھینکا جو ہم نے اس سوراخ میں پھنسا دیا۔ سوراخ بند ہو گیا اور ہم خیریت سے پہنچ گئے۔ جان بچنے کی خوشی میں میں سودینار آپ کی نظر کر رہا ہوں کہ کسی غریب اور مستحق کو دے دیں۔ تو بہن جی میرے دل میں فوراً آپ کا خیال آیا۔ یہ لیں سودینار اور اپنے بچوں کی ان سے دیکھ بھال کریں۔ اُس عورت نے خدا تعالیٰ سے گلہ کرنے پر فوراً معافی مانگی اور اُس کا شکر بجالائی۔

نتیجہ (1): خدا تعالیٰ ہمیشہ اپنے بندوں کا خیال رکھتا ہے

(2) وہ بہترین دوست ہے

(3) ہمیشہ خدا سے مدد مانگیں

(4) محنت میں کوئی عار نہیں ہے

آپ بھی کوئی نتیجہ اخذ کریں!